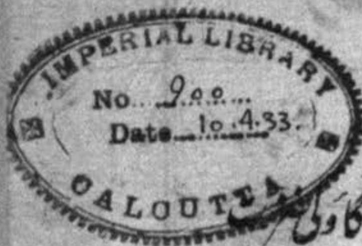
184. Jb. 92.28.

Tark Qurbani Gaw
by
Hasan Nizami
Part. I


DBA000000900URD

۷۸۶   ھو الکل   یامعین

ترک قربانی گاو



حصۂ اول

جس میں قرآن مجید اور حدیث شریف سے ترک قربانی گاو کی صورت

ثابت کی گئی ہے

اور جس کے شروع میں جناب مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے رسالہ کا جواب دیا گیا ہے

اور جسکے آخر میں مسیح الملک حکیم اجمل خاں اور مہاتما گاندھی کے مضامین ہیں

مصور فطرت حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی مدظلہ

خواہرزادہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رض

نے لکھا اور

کارکن خواجہ ڈپو دہلی نے محرم ۱۳۳۹ھ میں دوسری بار

لالہ ٹھاکر داس سکریٹری پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپوا کر شائع کیا

دوسری بار   تعداد اشاعت دس ہزار   قیمت ۲ ہفت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترک قربانی گاؤ کی دوسری اشاعت

خدا کی حمد اور رسولؐ کی تعریف کے بعد فقیر حسن نظامی دہلوی عرض کرتا ہے۔ اپنے ملک ہندوستان کے رہنے والے ہندو مسلمانوں سے کہ میں نے رسالہ ترک قربانی گاؤ بیماری کی حالت میں بمشکل تمام لیٹے لیٹے لکھا تھا۔ کیونکہ بقرعید قریب آگئی تھی۔ اور ایسے رسالہ کی بے حد ضرورت معلوم ہوتی تھی اور میں اہلِ ملک سے وعدہ بھی کر چکا تھا۔

بقرعید میں چھہ دن کی دیر تھی اور بخار کے سبب میں کسی کام کے قابل نہ تھا لیکن اِسی حال میں یہ رسالہ پورا کیا اور راتوں رات کاپی نویسوں سے لکھوا کر چھپوایا۔ پانچ ہزار کی تعداد کا جلدی چھپنا آسان نہ تھا۔ مگر دلی پرنٹنگ ورکس دہلی کے چھاپنے والوں نے جو سب کے سب مسلمان ہیں بڑی محنت سے اِسکو فوراً چھاپ کر تیار کر دیا۔ اور بقرعید سے تین روز پہلے اِسکی ایک ہزار کاپیاں دہلی میں تقسیم ہوگئیں اور چار ہزار کے قریب بذریعہ ڈاک تمام ہندوستان میں روانہ کر دیا گیا۔ اور اطلاعوں سے معلوم ہوا کہ بعض مقامات پر عید سے پہلے اور بعض جگہ عین عید کے دن اسکی تقسیم پوری طرح ہوگئی۔

میرے مریدوں اور دوستوں کی محنت

خدا جزائے خیر دے میرے مریدوں اور دوستوں کو جنہوں نے اس رسالہ کو گاؤں در گاؤں تقسیم کرنے اور آپ پڑھ لوگوں کو جمع کرکے باآواز بلند پڑھکر سنانے کی محنت برداشت کی۔

میں نے اسکی تقسیم میں یہ کوشش کی تھی کہ بڑے شہروں سے زیادہ چھوٹے قصبوں اور دیہات میں یہ رسالہ پہنچ جاتے اور وہاں کے باشندے اسکو پڑھ لیں اور سن لیں کیونکہ ان کے کان تک اس صدا کا پہنچانا ہی اصلی فائدہ مند تھا۔ بڑے شہروں کے رہنے والے تو اخباروں اور جلسوں کے سبب ترک قربانی گاؤ کی ضرورت کو خود ہی سمجھتے اور جانتے ہیں ضرورت انکو بتانے اور آگاہ کرنے کی تھی جو نہ اخبار پڑھتے ہیں نہ انکو یہ خبر ہے کہ آجکل ہندو مسلمانوں میں ہر جگہ اتفاق ہو گیا ہے اور اتفاق بڑھانے کی دونوں اقوام کے لوگ کوشش کر رہے ہیں۔

اِس کتاب کا اثر

جب خدا کو منظور ہوتا ہے کہ اس کے بندے امن اور اتفاق و اتحاد سے زندگی بسر کریں تو وہ اتحاد پیدا کرنے کی کوششوں میں طاقت اور اثر پیدا کر دیتا ہے۔ اور جب کسی ملک پر خدا کی رحمت نازل ہونا چاہتی ہے تو پہلے وہاں کے باشندوں میں آپس کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور دلوں کی پرانی کدورتیں اور دشمنیاں جاتی رہتی ہیں۔

چنانچہ کتاب ترک قربانی گاؤ کی اشاعت کے بعد قدرت خدا کو لاکھوں آدمیوں نے ہر جگہ آنکھوں سے دیکھ لیا کہ جس نے اسکو پڑھا اور جس کے کان میں اسکی آواز پڑ گئی پھر اس نے گائے کی قربانی کا نام بھی نہ لیا۔ حالانکہ بعض نام کے مولویوں نے خفیہ طاقتوں کے زور و اشاروں سے بہت سے رسالے لکھے اور جگہ جگہ شائع کئے اور ان کے آدمی بھی بکثرت مسلمانوں کو بہکاتے پھرے کہ گائے کی قربانی ضرور کرنا ورنہ ہنود تمکو پھر کوئی مذہبی کام نہ کرنے دینگے۔ اور رفتہ رفتہ تم کو ہندو بننے پر مجبور کیا جائے گا۔ لیکن جس نے اس کتاب ترک قربانی گاؤ کو پڑھ لیا یا سن لیا تھا اُس پر کوئی جادو نہ چلا۔ بلکہ یہ اثر ہوا کہ مسلمان عورتوں نے ایکا کر لیا کہ ہم اپنے گھروں میں گائے کی قربانی کا گوشت نہ آنے دینگے۔ اور بہت سے مسلمان جو پہلے قربانی گاؤ کے لیئے اپنا سر کٹانا شہادت سمجھتے تھے وہ گائے کی قربانی کرنے والے لوگوں کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ ہم

ہم خلافت کا بچانا فرض سمجھتے ہیں گائے کی قربانی ہرگز نہ ہونے دینگے۔

میرے پاس صدہا خطوط تمام ہندوستان سے آئے جن میں اس قسم کی بے شمار اطلاعیں تھیں۔ اگر میں ان سب خطوط کو شائع کردوں تو پوری کتاب بن جائے۔

ایبٹ آباد ہنوں اور صوبہ سرحدی کے ان علاقوں میں جہاں میرے مرید زیادہ ہیں۔ اس قسم کی بہت سی مثالیں پیش آئیں۔ اور سیکڑوں مقامات پر گائے کی قربانی محض اسی رسالہ ترک قربانی گاؤ کے سبب بالکل بند ہو گئی۔

خاص دہلی میں اثر

دہلی شہر میں تو ایسی کامیابی ہوئی جو بادشاہوں کے زمانہ سے لیکر آج تک نہ ہوئی تھی۔ یہاں رسالہ ترک قربانی گاؤ اور خلافت کمیٹی کے ارکین کی کوشش کا پورا اثر ہوا۔ اور باوجود مختلف طاقتوں کی جانفشانی کے جن کا نام لینا خلاف مصلحت ہی ایک حد تک گائے کی قربانی بالکل بند ہو گئی۔

کہا جائے گا کہ پچیس تیس گائیں قربان کی گئیں بند کہاں ہوئی تو میں جواب دونگا کہ جہاں پانسو چھ سو گائیں بلکہ بعض اوقات اس سے بھی زیادہ صرف عید کے ایام میں قربان ہوتی ہوں۔ وہاں ہزار قسم کی خفیہ دوڑ دھوپ کے باوجود صرف پچیس تیس گائیں قربان ہوں تو اسکو بند ہو جانا ہی کہنا چاہیئے۔ اگر وہ خفیہ قوتیں شریک کار نہ ہوتیں جنکا نام لینا مناسب نہیں ہے تو ایک گائے بھی قربان نہ ہوتی۔

دہلی کے ہندؤنکو خبر بھی نہیں

کہ ان کے مسلمان بھائیوں نے بقرعید کے دنوں میں کئی دن نہ کہانا کھایا نہ راتوں کو سوئے اور رات دن گھر بگھر ناواقف مسلمانوں کو سمجھاتے پھرے کہ گائے کی قربانی نہ کی جائے۔ کیونکہ ان کو معلوم ہو چکا تھا کہ بعض خطاب یافتہ حضرات نے ارادہ کر لیا ہے کہ چاہے ساری دولت خرچ

ہو جائے مگر کسی طرح گائے کی قربانیاں کثرت سے ہوں۔ اور مسلمان روپے کے زور سے گائے کی قربانی کریں۔ لیکن آفرین ہو غریب مسلمانوں کو کہ انہوں نے کسی کا کہنا مانا اور خلافت کی ضرورت کو ہر چیز پر مقدم رکھا۔

الغرض دہلی کے مسلمانوں نے خصوصاً جماعت قصابان نے دین و قوم کی لاج رکھ لی۔ اور خلافت کے دشمنوں کا ساتھ نہ دیا چنانچہ جماعت قصابان نے ایکہ کر لیا اور ایک گائے کے ذبح کرنے میں بھی شرکت نہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض دولتمند لوگوں کو اپنے ہاتھ سے یہ مشکل کام کرنا پڑا اور بہ ہزار دقت قربانی کا گوشت اپنے گھروں کو لیکر گئے۔ کیونکہ غریب مزدوروں اور ٹھیلہ والوں نے بھی اس گوشت کے اٹھانے سے انکار کر دیا تھا۔ اور قصابوں نے ذبح کرنے سے۔

دہلی کے ہندوؤں کو اگر دہلی کے مسلمانوں کی محنت کا پورا حال معلوم ہوتا اور وہ جان سکتے کہ مسلمان گھروں میں ان دنوں کیسا جوش قربانی گائے کے خلاف تھا اور ان کی عورتیں گائے کی قربانی کرنے والوں کو کس بری طرح یاد کر رہی تھیں تو وہ مسلمانوں کی سچی محبت اور پوری مخلصانہ خواہش اتفاق کی قدر کرتے۔ اور ان کو یقین ہو جاتا کہ مسلمان قوم احسان فراموش نہیں ہے۔ اور وہ ہندوؤں کو اپنی خلافت کا فرض ادا کرتے دیکھکر سچے دل سے عملی شکریہ ادا کرنا چاہتی ہے۔

دوسری اشاعت کی وجہ

اگرچہ بقر عید ختم ہو گئی۔ اور یہ رسالہ پانچہزار تقسیم ہو چکا۔ مگر اسکی غیر معمولی کامیابی اور اثر کو دیکھکر سیکڑوں جگہ سے ممتاز مسلمان اور محب ملک ہندو خواہش کر رہے ہیں کہ اس عام فہم کتاب کو دوبارہ چھپنا چاہئے اور بہت زیادہ تعداد میں شائع کرنا چاہئے۔ تاکہ ہندوستان کی کوئی جگہ اس آواز سے خالی نہ رہے۔

چنانچہ میرے پاس تقاضوں کا انبار لگ گیا تو مجبوراً اسکی طبع دوم کا ارادہ کیا گیا۔ اور اس تمہید کے اضافہ کی ضرورت بھی معلوم ہوئی۔ کیونکہ بعض حضرات کے مخالفانہ رسالوں کی نسبت

بھی کچھہ عرض کرنا ضروری تھا۔ اُردو اور گجراتی زبانوں میں بکثرت ایسے رسالے تقسیم کئے گئے ہیں جن میں قربانی گائے پر زور دیا گیا ہے۔ اور اسکو اسلامی حکم ثابت کرنے کی کوشش کیگئی ہے میں مختصر اور سرسری طور پر ان اعتراضات کے جواب لکھنے چاہتا ہوں کیونکہ ان کی طرح طول کلامی کی مجھے فرصت نہیں ہے۔

اِس کتاب کا نام بدل دیا

پہلے اِس کا نام ترک گاؤ کشی تہا۔ اور اسپر بہت اعتراضات کئے گئے۔ کہ ہندو گائے کی قربانی کو گائے کا مارنا کہتے ہیں اور گاؤ کشی کے معنی بھی گائے کے مارنے کے ہیں۔ اس واسطے ترک گاؤ کشی نام ہندوں کی اصطلاح ہے۔

میں نے یہ نام اِس لئے رکہا تھا کہ عام طور سے گاؤ کشی کے لفظ کو آسانی سے سمجھ لیا جاتا ہے تاہم میں نفسانیت کی ضد کو دخل دینا نہیں چاہتا۔ کیونکہ یہ کتاب میں نے کسی فریق کی ضد اور عداوت کے سبب نہیں لکھی بلکہ ملک کی بہتری اور قوم کی بھلائی کے ارادہ سے اسکو قلمبند کیا گیا ہے۔ پس اگر مسلمان بھائیوں کو اس نام پر اعتراض ہے تو میں اسکو بخوشی بدل دیتا ہوں اور

ترک قربانی گاؤ

اس کا نام رکہتا ہوں۔ کیونکہ میں اپنے مسلمان بھائیوں کی قومی اصطلاح کو ہندوؤں کی مروجہ اصطلاح سے زیادہ قابل لحاظ سمجھتا ہوں اور نہیں چاہتا کہ الفاظ کے جھگڑے میں اپنی قوم کو مبتلا کروں

اِس رسالہ کے طفیل انعام

میں پورے فخر کے ساتھ اس انعام کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ جو ترک قربانی گاؤ کے مخالفوں نے اِس رسالہ کی نوشت کے سبب مجکو عنایت کیا ہے۔ اور وہ انعام یہ ہے کہ تقریباً ہر ایک مین گالیوں کے

بھرے ہوئے خط آتے ہیں جو دلیل ہے اس بات کی کہ جب کوئی شخص لاجواب ہوا کرتا ہے تو گالیاں دیا کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حریفوں کے پاس اس رسالہ کا جواب کچھ نہیں ہے۔

بعض حضرات بددعائیں لکھتے ہیں کہ خدا کرے تم جلدی مر جاؤ یا کم از کم کبھی تندرست نہ رہو تاکہ اس رسالہ کا دوسرا حصہ تیار نہ کر سکو۔

اُن کی خدمت میں عرض ہے کہ میرے مرجانے سے یہ تحریک بند نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اب ہندوستان میں لاکھوں آدمی میرے ہم خیال بلکہ مجھ سے زیادہ جوش رکھنے والے پیدا ہو گئے ہیں۔ میں مرجاؤں گا تو وہ اس کام کو پورا کرینگے۔

اور بیمار رہتا تو اس رسالہ کی تکمیل میں نہ پہلے حارج ہوا نہ اب ہو سکتا ہے۔ پہلے بھی میں نے بخار میں لیٹے لیٹے اسکو لکھا تھا۔ اور اب بھی خدا تعالے کے فضل پر بھروسہ کر کے۔ میں ہر تکلیف پر فتحیاب ہونے کا یقین رکھتا ہوں۔

حسن نظامی کو کوئی چھانٹ نہیں ڈالتا

بقرعید کے زمانہ میں دہلی کے ایک صاحب نے جو جناب مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے مرید یا معتقد ہیں۔ نہایت جوش میں ایک مجمع کے اندر فرمایا کہ کوئی حسن نظامی کو چھانٹ نہیں ڈالتا۔

یہ دہلی کا محاورہ ہے کہ جب کہتے ہیں کہ فلاں آدمی کو قتل کیوں نہیں کر دیتے تو کہا جاتا ہے کہ اسکو چھانٹ کیوں نہیں ڈالتے۔

میں یہ سُنکر بہت خوش ہوا کہ مسلمان قوم میں ابھی تک ایسے سرفروش لوگ موجود ہیں جو دین کے لئے مرنے اور مارنے کا ولولہ ظاہر کر سکتے ہیں۔

مگر میں اپنے جوشیلے بھائی سے کہنا چاہتا ہوں کہ حسن نظامی نے قتل ہونے کے قابل کوئی گناہ نہیں کیا۔ بلکہ اس نے ترک و عرب و ایرانی بھائیوں کو قتل بے گناہی سے بچانے کا ایک کام کیا ہے۔ اگر ہندوستان کے ۳۳ کروڑ ہندو مسلمان ایک ہو جائیں گے تو ان غریب بے یار و مددگار مسلمانوں کی جانیں بچ جائینگی۔

جو ایشیا کی نااتفاقی کے سبب آج کل ہلاکت میں پڑی نظر آتی ہیں۔

اگرچہ ہم لوگ اپنی بے طاقتی اور لاچاری کو جانتے اور سمجھتے ہیں اور ہم کو معلوم ہے کہ اگر ۳۲ کروڑ ہندوستانی ایکا کر بھی لیں تب بھی اس طاقت کا مقابلہ نہیں ہو سکتا جس سے خلافت و مقامات مقدسہ کی نسبت ہم کو شکایت ہے۔ لیکن دُنیا کی دوسری قوموں پر جب ہمارا اتفاق ظاہر ہوگا اور وہ یہ سُنیں گی کہ خلافت کے مسئلہ میں ۳۲ کروڑ ہندو مُسلمان ایک ہو گئے ہیں۔ تو وہ ہماری حق پرستی کا اقرار کرینگی اور ان کو ہم سے ہمدردی پیدا ہوگی۔ اور یہ عالمگیر ہمدردی حریفان خلافت کی جابرانہ گرفت کو ڈھیلا کر دے گی۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہوگی کہ ہمارے ترک و عرب ایرانی بھائیوں کو جو آج موت و زیست کے میدان میں آخری جدوجہد کر رہے ہیں اس خبر سے بڑا سہارا ہوگا کہ ہندوستان کے ۳۲ کروڑ ہندو مُسلمانوں نے ہماری خاطر ایکا کر لیا ہے۔

بے شک ہم اس ایکے سے ترکوں عربوں اور ایرانیوں کی کچھ مدد نہیں کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ ایکہ ایک غیبی مدد ان کو خود بخود پہنچاتا ہے۔ یعنی ان کے دل شیر ہوتے ہیں۔ ان کی ہمتوں میں جان پڑتی ہے۔ وہ اپنی پشت پر ۳۲ کروڑ کی عظیم الشان بھیڑ بھاڑ کو حمایت کے لئے آمادہ کھڑا دیکھتی ہیں اور اس سے ان میں از سر نو زندگی کی حرارت نمودار ہو جاتی ہے۔

پس اگر ہم کو یہ منظور ہے کہ ہمارے ترک و عرب ایرانی بھائی اپنی آزادی سے محروم نہ ہوں اور اُن کی عزت و سلامتی کو صدمہ نہ پہنچے تو ہم کو اس کے لئے ایک ایسا جائز طریقہ اختیار کرنا چاہئے جو ہمارے موجودہ حکمران کے قانون کے خلاف بھی نہ ہو اور ہم اپنے باہر کے بھائیوں کی امداد کا حق بھی ادا کر دیں۔

اور وہ حق ہندوستان کے پورے اتحاد سے ادا ہو سکتا ہے۔ اور اتحاد کا اصول محض ایک جانور کی قربانی ترک کرنے پر منحصر ہے تو کیا مُسلمان اپنے لاکھوں کروڑوں بھائیوں کی جانیں اور عزتیں ایک جانور کی جان بچانے کے عوض محفوظ کرنے کی کوشش نہیں کرینگے۔

ہائے افسوس ایک طرف تو ساری دنیا میں مُسلمانوں کی قومی ہستی اور دینی عزت کا جہاز

منجدھار میں بڑا ڈگمگا رہا ہے اور بیچارے غریب ملاح اُسکو بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ اور دوسری طرف خود غرض اور چند روزہ عزت کے چاہنے والے لوگ اِن ملاحوں کو دریا میں دھکے دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔

جن لوگوں نے گائے کی قربانی پر زور دیا ہے اور ناواقف مسلمانوں کو ذبح گاؤ کی ضد دلائی ہے وہ درحقیقت دیدہ و دانستہ مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں۔ اور اُن کی خواہش ہے کہ کسی طرح غریب ترک دُنیا سے بالکل نیست و نابود ہو جائیں اور اسلامی خلافت کا خاتمہ ہو جائے خدا انکو نیک ہدایت دے اور وہ اسپین کے اُن لوگوں کی طرح مسلمانوں کے اُجاڑنے والے ثابت نہ ہوں جنہوں نے اِسی قسم کے خانگی جھگڑے پیدا کر کے اسپین کے عیسائیوں کو قوت پہنچائی تھی اور عیسائیوں نے آخر اُن فتنہ پرداز مسلمانوں کو بھی بے گناہ مسلمانوں کے ساتھ اسپین سے جبراً جلاوطن کر دیا تھا۔ اور آج وہاں ایک مُسلمان کا نام و نشان بھی موجود نہیں ہے۔

تھانہ کا تازیانہ

اب میں ایک رسالہ پر رائے زنی کرنی چاہتا ہوں۔ جو تھانہ بھون ضلع مظفر نگر سے جناب مولوی ظفر احمد صاحب عثمانی نے لکھکر شائع کیا ہے۔ اور جس میں مجھ پر اور مقتدائے احرار حضرت مولانا عبد الباری صاحب پر اور مہاتما گاندھی پر حملے کئے گئے ہیں اور مُسلمانوں کو گائے کی قربانی کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

اصل مقصود اِس رسالہ کا ترغیب قربانی گاؤ ہے۔ حسن نظامی و عبد الباری و گاندھی پر تازیانہ بازی اِس واسطے کی ہے کہ یہ لوگ ترک قربانی گاؤ کی حمایت کرتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ دراصل اِس رسالہ کے مصنف جناب مولانا اشرف علی صاحب ہیں اور ظفر احمد صاحب کا نام فرضی طور سے لکھ دیا گیا ہے اگر یہ روایت سچی ہو تو جناب مولانا اشرف علی صاحب کی ایمانی جرأت پر افسوس ہوتا ہے کہ وہ کھلم کھلا میدان میں آنے کی ہمت نہیں رکھتے۔

میرے دل میں جناب مولانا اشرف علی صاحب کی عزت ہے۔ وہ بعض مراسم بد کی اصلاح میں چند رسالے لکھ چکے ہیں۔ اور ایک اعتبار سے ان کا دم علمائے ہند میں غنیمت ہے۔ وہ دوہرے بدن گندمی رنگ گنجان ڈاڑھی دراز قد کے مولوی ہیں۔ ان کی عمر پچاس سے زیادہ ہے۔ ان کی آواز صاف و موثر ہے۔ جب کسی سے بات کرتے ہیں نظریں جھکا کر نگاہیں چرا کر خطاب کرتے ہیں اور سننے والے پر اس کا بہت اثر ہوتا ہے وہ مریدی بھی کرتے ہیں، اگرچہ پیری مریدی کے اکثر حصوں پر ان کی زبان و قلم طعن کیا کرتی ہے۔ وہ وعظ بہت اچھا کہتے ہیں۔ ایک مجلس میں مسلسل تین چار گھنٹے بولتے رہتے ہیں۔ انہوں نے زنانہ کورس کے لئے بہشتی زیور کے نام سے چند رسالے لکھے ہیں جو ان کے ماننے والوں میں مروج ہیں۔ مگر ان میں نہایت فحش اور غیر مہذب باتیں عبارتیں ہیں اسلئے بعض اسلامی ریاستوں نے اس کتاب کا داخلہ اپنے ہاں ممنوع کر دیا ہے۔ ان کے مرید و معتقد ان کو حکیم الامتہ کہتے ہیں اور لکھتے ہیں اور بعض مرید کلمہ شہادت میں لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ بھی پڑھتے ہیں۔ اور جناب مولانا کو جب اسکی اطلاع ہوتی ہے تو وہ اس سے برا نہیں مانتے بلکہ ان مریدوں کی تعریف کرتے ہیں۔ ان کی بعض تصانیف میں لکھا ہو کہ قرآن کی فلاں آیت ران پر باندھ لی جائے تو قوت امساک بڑھ جاتی ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ خدا کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔ اور ان کا یہ بھی خیال ہے کہ محفل میلاد شریف کنھیا کے جنم کی مثل ہے۔ وہ کوے کو حلال کہتے ہیں۔ وہ اخباروں اور رسالوں کا پڑھنا ناجائز بتاتے ہیں مگر خود ان کی خانقاہ سے ماہواری رسالہ شائع ہوتا ہے۔ وہ اخباروں اور رسالوں کی پیشگی قیمت لینا جائز نہیں سمجھتے۔ مگر ان کے رسالہ کی قیمت غالبًا پیشگی وصول کی جاتی ہے۔ وہ رسول اللہ کے علم غیب کو خچر گدھے کے علم غیب سے تشبیہ دیتے ہیں۔

الغرض وہ تمام مسلمانوں سے اور تمام دنیا سے علحدہ ایک نئی رفتار سے راستہ چلنا پسند کرتے ہیں۔ اور کچھ عجوبہ پسند لوگ ان کے ہمراہ ہو گئے ہیں۔

خلافت کے مسئلہ میں انہوں نے کبھی مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیا۔ اور اب تو کھلم کھلا مخالفت پر آمادہ نظر آتے ہیں۔ یہ رسالہ اگر خود انہوں نے نہیں لکھا تو اسمیں کسی شک کی گنجایش نہیں کہ خاص انکی

خانقاہ سے شائع ہوا ہے اور اس کے مصنف مولوی ظفر احمد صاحب عثمانی نے خود لکھا ہے کہ مقیم خانقاہ تھانہ بھون۔

اس رسالہ کا نام تحذیر المسلمین عن موالاۃ المشرکین رکھا گیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ مسلمانوں کو مشرکوں کی دوستی سے ڈرانے والا رسالہ۔

اسکی عبارت بہت بھدی اور اُلجھی ہوئی ہے۔ اور اسی سے شک ہوتا ہے کہ یہ جناب مولانا اشرف علی صاحب کی ہی تصنیف ہے۔ کیونکہ ان کو اُردو لکھنی بالکل نہیں آتی سوائے ان کے کلمہ گو لوگوں کے اور کوئی ان کی جناتی بولی کو نہیں سمجھ سکتا۔

اس رسالہ کی پیشانی پر قرآن کی دو آیتیں لکھی ہیں اور غالباً اُن کے لکھتے وقت جناب مولانا کو خوشی کی ایک بہر پری آئی ہوگی کہ میں نے ہندوں اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لیے ایک بڑی سند درج کردی ہے۔ مگر جس وقت وہ میرے اس جواب کو ملاحظہ کریںگے تو اُن کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ جائیں گے اور اُن کو حیرت ہوگی کہ جو آیات میں نے ہندوں سے ترک موالات کے لئے لکھی تھیں وہ تو گاندھی پارٹی نے اپنی ترک موالات کے لئے سند بنالیں اور سچ مچ بن بھی گئیں۔ اور کوئی شک اسمیں باقی نہ رہا کہ یہ آیات ہندوں پر کسی طرح صادق نہیں آتیں بلکہ صاف صاف ان لوگوں سے ترک موالات کا حکم دیتی ہیں جن سے گاندھی و عبد الباری نے ترک موالات کیا ہے۔

پہلی آیت یہ ہے۔ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝

اس کا ترجمہ جناب مولانا نے یوں فرمایا ہے۔

(اگر آپ اتباع کرنے لگیں کفار کے غلط خیالات کا علم (وحی) آ چکنے کے بعد تو آپ کا کوئی خدا سے بچانے والا نہ یار نکلے گا نہ مددگار (اور ظاہر ہے کہ حضور تو اس سے معصوم تھے پس مقصود مسلمانوں کو سُنانا ہے)۔

اس ترجمہ کا عام فہم خلاصہ مطلب حسب بیان مولانا صاحب یہ ہے کہ اے رسول اگر تم کفار کے

غلط خیالات کی پیروی علم حاصل ہونے کے بعد بھی کرتے رہو تو پھر تمہارا خدا سے بچانے والا کوئی مددگار نہیں ہو سکیگا۔

بریکٹ میں مولانا نے تشریح یوں فرمائی ہے کہ رسول تو معصوم تھے یہ خطاب مسلمانوں کو ہے کہ کفار کے غلط خیالات کی پیروی نہ کرو۔

اب میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ چونکہ جناب مولانا نے یہ رسالہ ہندؤں سے ترک دوستی و ترک تعلق کے لئے لکھا ہے اس واسطے یہ آیت اسکے ثبوت کے لئے رسالہ کی پیشانی پر تحریر فرمائی ہے کہ خدا نے رسول اللہ کو حکم دیا کہ تم علم کے بعد کفار کے غلط خیالات کی پیروی نہ کرو۔

دیکھنا یہ ہے کہ یہ آیت ہندؤں پر صادق آتی ہے یا اُن لوگوں پر جن سے مہاتما گاندہی نے ترک موالات کیا ہے۔

ظاہری نظر میں ہر غیر مسلم اس کے تحت میں آسکتا ہے۔ لہذا مولانا صرف ہندؤں پر اسکو چسپاں کرنے کی کوشش کس دلیل سے فرماتے ہیں، غلط خیالات جس غیر مسلم قوم کے بھی ہوں اُس سے بچنے اور اُسکی پیروی سے جدا ہونے کا اس آیت میں حکم دیا گیا ہے آپ کہتے ہیں وہ ہندو ہیں۔ میں کہتا ہوں وہ ہندو نہیں ہیں، آپ نے اسکی کوئی دلیل نہیں لکھی کہ اس سے ہندو مراد ہیں۔ اور میں دلیل پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ آجکل مسلمان ہندؤں کے خیالات کی پیروی نہیں کر رہے ہیں بلکہ ہندو مسلمانوں کے مسئلہ خلافت میں اُن کے خیالات کے پیرو بنے ہوتے ہیں۔ اگر یہ کہا جاے کہ مسلمانوں نے مہاتما گاندہی کو اپنا لیڈر بنالیا ہے تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ وہ لیڈر مسلمانوں کے خیالات و خواہشات کو پورا کرانے کے لئے ہیں نہ کہ اپنے ہندوانہ خیالات کی تعمیل کے لئے۔ کیونکہ ہندؤں کے خیالات کی آجکل کوئی بحث نہیں ہے یہ سارا شور و شر خلافت کے لئے ہے۔ وہ صحیح خیالات کی چیز ہے یا غلط خیالات کی۔ بہر حال مسلمانوں کے خیالات سے تعلق رکھتی ہے۔ ہندؤں سے اسکو کچھ سروکار نہیں۔ اور وہ محض مسلمانوں کی ہمدردی کے سبب اُن کے ساتھ ہو گئے ہیں۔

اس دلیل سے بھی بڑھکر خود قرآن کے ایک لفظ سے اس مشکل کا حل ہو جاتا ہے۔ اور وہ علم کا

لفظ ہے۔ یعنے خدا فرماتا ہے کہ اگر علم حاصل ہوجانے کے بعد یعنے یہ معلوم ہونے کے بعد کہ کفار کے خیالات غلط ہیں پھر بھی ان کی پیروی کی جائے گی تو خدا کی ناراضی کا موجب ہوگا۔

لفظ علم کے معنی بریکیٹ میں جناب مولانا نے وحی کے لکھے ہیں اور یہ ان کی خود ساختہ چالاکی ہے یہاں علم کا لفظ عام ہے۔ اس سے وحی کا مراد لینا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ اور اگر بالفرض وحی کو مان لیا جائے تب بھی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کے لئے اس علم سے مراد وحی تھا اور ہم مسلمانوں کے لئے عام معلومات۔

پس یہ علم کا لفظ کہتا ہے کہ جب تم کو غلط خیالات کا علم ہوجائے تو انکی پیروی ہرگز نہ کرو۔

اھوا کا ترجمہ جناب مولانا نے غلط خیالات کیا ہے حالانکہ اہوا ہوا کی جمع ہے۔ اور ہوا خواہش نفسانی کا نام ہے۔ خیالات اور خواہشات نفسانیہ میں بڑا فرق ہے۔

اِس آیت کا صحیح ترجمہ یوں ہونا چاہیے۔ اگر تم ان (اتحادیوں) کی خواہشات نفسانیہ کی (قبضہ بابتہ ممالک اسلامیہ و مقامات مقدسہ کے) یہ معلوم ہوجانے کے بعد (کہ وہاں غیر مسلم اقوام کا قبضہ جائز نہیں ہے) پیروی کرو گے (اس سے رضامند ہو گے اور اسکے خلاف جدوجہد نہ کرو گے) تو پھر (تم پر خدا کی گرفت ہوگی اور) خدا کی گرفت سے بچانے والا تم کو کوئی حامی مددگار میسر نہیں آسکتا۔

کیوں مولانا ذرا انصاف سے غور فرمائیے کہ اس آیت کے یہ معنی ہوتے یا نہیں۔ اور ہندوں کو اِس سے کیا تعلق ہے۔ معمولی سی سمجھ والا بھی کہدے گا کہ یہ آیت تو مولانا کے استدلال کے بالکل خلاف ہے اور اس سے ان کے حریفوں کی تائید ہوتی ہے۔

دوسری آیت یہ ہے جو جناب مولانا نے اپنے رسالہ کی پیشانی پر لکھی ہے۔

وَلَا تَرْكَنُوٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔ اس کا ترجمہ جناب مولانا فرماتے ہیں کہ تم لوگ مشرکین کی طرف مائل نہ ہو کہیں تم کو آگ میں جانا پڑے۔

کوئی پوچھے کہ اتنے بڑے عالم فاضل بھی کلام خدا میں تحریف کرسکتے ہیں اور اس کے غلط معنی بیان کرنے کی جرأت کرتے ہیں تو مجکو ندامت سے اقرار کرنے کے سوا کچھ چارہ کار نہ ہوگا کہ ہاں جناب

مولانا نے ظلموا کے معنی مشرکین کئے ہیں۔ خدا رحم کرے ان لوگوں پر جن کے ایسے علماء رہبر ہیں جو آیات کا ترجمہ بھی اپنے دل سے گھڑھ لیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کے مترجم مشہور ہیں۔

ظلموا کے لفظی معنی ہیں جنہوں نے ظلم کیا۔ اس لفظ سے مشرک بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ شرک کر کے اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں اور وہ مسلمان بھی جو گناہوں کا ارتکاب کر کے اپنے اوپر ظلم کرتے اور ظالم بنتے ہیں۔ ایک عام لفظ کو خاص معنوں میں لینا صرف جناب مولانا تھانوی ہی کی جرأت سے ہو سکتا ہے۔ اور کوئی مسلمان قرآن میں ایسی تحریف نہیں کر سکتا۔

مشرک کا لفظ لکھ کر جناب مولانا نے یہ چاہا تھا کہ اس آیت سے ہندو سمجھے جائیں گے۔ حالانکہ لفظ ظلموا نے پکار کر ان لوگوں کا نام بتا دیا جو اس سے مراد ہیں۔ اور وہ ہندو ہرگز نہیں ہیں کیونکہ حالات موجودہ خود شاہد ہیں کہ ظلم کس نے کیا ہے۔ میں قلم کی زبان پر کیوں لاؤں۔

پس ان دونوں آیات سے جناب مولانا کی خواہش کے برعکس ثابت ہوا کہ ہندوؤں سے ترک موالات کا دعوے بالکل غلط ہے اور یہ آیات ہندوؤں پر ہرگز ہرگز صادق نہیں آتیں۔

اب مولانا کی کتاب کا سارا خلاصہ ایک جگہ لکھ دیا جاتا ہے۔ اسکے بعد پھر اعتراضات کا جواب لکھا جائے گا۔ ان کے اعتراضات حسب ذیل ہیں۔

(۱) مسلمانوں نے مہاتما گاندھی کے استقبال کے وقت اپنے ماتھے پر ٹیکے اور تلک لگوائے۔

(۲) مسلمانوں نے ہندوؤں کے جنازوں کے ساتھ رام رام ست ہے پکارا۔

(۳) مسجد کے روپے سے ہندوؤں کی مورتی پر وزرا نے چڑھائے گئے۔

(۴) زیارت ہردوار کا لفظ استعمال ہوا جو کفر کے قریب ہے۔

(۵) امیر کابل کے مسلمان وزیر نے گنگا پر پھول بتاشے چڑھائے

اس اعتراض میں ڈر کے مارے جناب مولانا نے امیر کابل کے وزیر کا نام یا کابل نہیں لکھا صرف اسلامی سلطنت کے رکن اعظم لکھا ہے۔

(۶) خواجہ حسن نظامی نے مہاتما گاندھی کی تصویر اپنے ایک رسالہ میں شائع کی۔

(۷) خواجہ حسن نظامی نے مہاتما گاندہی کو ستیہ اوتار لکہا۔

(۸) مولانا عبدالباری نے مہاتما گاندہی کو اپنا پیشوا بنایا اور یہ لکہا کہ جو عمر کہ میں نے آیات واحادیث میں بسر کی تہی اب وہ ایک بُت پرست پر قربان کردی۔ اس اعتراض میں رسالہ کا بڑا حصہ خرچ ہوا ہے۔

جوابات

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے۔ کہ تلک اور ٹیکے کسی بت کی پوجا کے نشان کے طور پر نہیں لگائے گئے تھے بلکہ ہندوؤں کے ہاں دوستانہ مراسم کی یادگار میں بھی ٹیکے لگائے جاتے ہیں۔ ذرا ہندو رواج کو پڑہیے اس کے بعد اعتراض کیجئے گا۔

اور شریعت کے بموجب حکم الاعمال بالنیات پر ہے۔ یعنے نیت پر ہر عمل کا دار و مدار ہے۔ پس جب ٹیکہ اور تلک لگانے میں بت کی پوجا کا دخل نہ تہا تو اسپر اعتراض کیونکر ہو سکتا ہے۔

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہندؤں کے ہاں رام خدا کا نام بھی ہے اور راجہ رام چندر جی کا بھی۔ جیسے مسلمانوں کے ہاں علی خدا کا نام بھی ہے اور ایک صحابی رسول کا بھی۔ پس جنازے کے ساتھ یہ پکارنا کہ خدا کا نام سچا ہے (رام رام ست ہے کے یہی معنی ہیں کہ خدا کا نام سچا ہے)۔ جس ہندو سے چاہے پوچھہ لو وہ یہی جواب دیگا کہ جنازے کے ساتھ رام رام کا نام خدا کے نام سے مراد ہوتا ہے۔ پس کسی غیر زبان میں خدا کا نام لینا بُرا نہیں ہے۔

تیسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ مولانا نے جہوٹ بولا ہے۔ کسی مسجد کا روپیہ کسی مورت پر نذر نہیں چڑہایا گیا۔ اگر سچ تہا تو اُن کو اُسکی کیفیت لکہنی مناسب تہی۔

چوتھے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ زیارت کے معنی دیکھنے اور ملاقات کرنے کے ہیں۔ اگر کسی نے ہردوار کی سیر و دید کو زیارت کہہ دیا تو کفر کی بات اُسمیں کیا ہو گئی

پانچویں اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جناب سردار محمود طرزی صاحب وزیر افغانستان بھی گنگا میں

پھول بتاشے نہیں چڑھائے تھے بلکہ کابل کے ایک ہندو امیر دیوان نرنجن داس نے اپنے عقائد کی بموجب ایسا کیا تھا۔ سردار صاحب نے تو فقط برہمنوں کو انعام اکرام دیا تھا چونکہ یہ سب لوگ ایک ہی وقت میں ہردوار گئے تھے اِس واسطے دیوان صاحب کے فعل کو اخبار والوں نے سردار صاحب کے نام کے ساتھ لکھ دیا کیونکہ وہ سالار قافلہ تھے۔

جناب مولانا کو مناسب تھا کہ کسی مومن مسلم کی نسبت بہتان لگانے سے پہلے اصل قصہ کی تحقیقات کر لیتے مگر اُن کو تو مسلمان بادشاہوں سے عداوت خاص ہے وہ ایسا کیوں کرتے۔

چھٹے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ تصویر اگر کسی مضمون کے ماتحت ہو تو اُسپر تصویر کا اطلاق نہیں ہوتا اور میں نے مہاتما گاندہی کی تصویر جس رسالہ میں شائع کی تھی وہاں مضمون مراد تھا تصویر نہ تھی۔ یعنے میں نے ایک مضمون ادا کرنے کو یہ تصویر بنائی تھی رسالے اب بھی میرے پاس موجود ہیں جس کا جی چاہے محصولڈاک بھیجکر خواجہ کے دہلی مُفت منگائے اِسکو خود معلوم ہو جائیگا کہ یہ تصویر اصل مقصود نہیں ہے بلکہ مقصد یہ مقصود اصلی ہے اور جناب مولانا اشرف علی صاحب اپنے معتقد خاص جناب ایچ۔ اے مرزا صاحب فوٹوگرافر دہلی کو فتوے دے چکے ہیں کہ تم یورپ کے بنے ہوئے تصویر دار پوسٹ کارڈ فروخت کر سکتے جنمیں عموماً بوسہ بازی کی تصویریں ہوتی ہے کیونکہ تصویر مقصود اصلی نہیں ہے بلکہ فروخت تو پوسٹ کارڈ کی مقصود ہے۔ جو شخص ایسے فتوے دے سکتا ہو اُسکو دوسروں پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے۔ اور جس نے خود اپنی تصویر پشت کی طرف سے کھنچوائی ہو (جو ایچ۔ اے مرزا صاحب دہلوی نے کھینچی تھی اور عام طور سے بکتی ہے) وہ کس منہ سے تصویر پر اعتراض کر سکتا ہے۔ اور جو جیب میں تصویر دار سکہ ڈالکر خدا کی عبادت کرتا ہو اُسکو کیا حق مجھپر اعتراض کرنے کا ہے۔ انگریزی سکہ میں انسان کی تصویر بھی ہے اور ہاتھی کی بھی جس کو بعض لوگ سور کی تصویر بھی غلطی سے سمجھتے ہیں جب ایسے سکہ کو نماز میں ساتھ رکھنے کی اجازت ہے تو مہاتما گاندہی کی تصویر پر ناحق اعتراض کیا جاتا ہے۔

ساتویں اعتراض کا جواب یہ ہے کہ مہاتما گاندہی کو ستیہ اوتار لکھنے میں میں نے غلطی نہیں کی

بلکہ آپ نے اس کے معنی سمجھنے اور اسپر اعتراض کرنے میں غلطی کی ہے آپ لکھتے ہیں۔

خواجہ حسن نظامی باوجودیکہ مسلمانوں کے لیڈر اور شیخ المشائخ اور خانقاہ محبوب سُبحانی کے سجادہ نشین اور حلقہ نظام المشائخ کے ناظم اور مسلمانوں کے ایک ہم غفیر کو خدا تک پہنچانے کے لئے ذمہ دار (پیر) بنے ہوئے ہیں۔ مگر خود ان کے ایمان کی حالت یہ ہے کہ وہ ایک رئیس بت پرستاں کی تصویر اپنے رسالے کے سرورق پر چھپواتے ہیں اور اُس کے حق میں ستیہ اوتار کا لفظ استعمال کرتے ہیں جو کہ ہندوؤں کے محاورہ میں اُن لوگوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جنکی وہ پرستش کرتے ہیں اور اُن کو دیوتا سمجھتے ہیں۔

جناب مولانا نے ستیہ اوتار کی تشریح بُت اور دیوتا لکھنے کے بعد پھر اسی کتاب پر ایک حاشیہ لکھا ہے جس میں بتایا ہے۔

ہم نے اس لفظ کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اوتار کے معنی ہندوؤں کے ہاں وہ ہیں جو ہمارے ہاں رسول کے معنی ہیں۔ یعنے خدا کی طرف سے اُترا ہوا۔ اور ستیہ اوتار کے معنی ہیں سچائی کے ساتھ اُترا ہوا جو کہ منزل بالصدق کا ترجمہ ہے۔

ہندوؤں میں سوائے چند خاص اوتاروں کے جہاں کہیں یہ لفظ بولا جاتا ہے اس کے معنی خدا کی طرف سے اُترا ہوا نہیں ہوتے بلکہ اس لفظ سے معنی کا تعلق رہتا ہے جو اسکے ہمراہ استعمال کیا گیا ہو۔ مثلاً کوئی شخص کہے کہ فلاں صاحب تو دیا اوتار ہیں تو اُس کے معنی یہ ہوں گے کہ اُن میں رحم کا مادہ بہت ہے۔ اسی طرح ستیہ کا لفظ پہلے لگادینے سے یہ معنی ہوئے کہ مہاتما گاندھی صداقت و راستی کا مظہر ہیں یعنے اُن کے اندر سچائی بہت ہے۔ اونے اونے آدمیوں کو کہدیتے ہیں کہ وہ تو ودیا اوتار ہیں یعنے اُن میں علم بہت ہے۔ پس مہاتما گاندھی کو بھی اسیطرح سچائی کا اوتار لکھا گیا تھا۔

آٹھویں اعتراض کا جواب یہ ہے کہ بموت الایمان حضرت مولانا عبد الباری نے مہاتما

گاندھی کو اگر کسی خاص کام میں اپنا سرگروہ بنالیا تو کیا حرج ہے۔ کیونکہ وہ کام مسلمانوں کا ہو۔ اور مہاتما جی نے اپنا تن من دھن اسلامی کام پر قربان کر دیا ہے۔ جناب مولانا کو اگر اسلام سے محبت ہوتی تو وہ بھی گاندھی جی کو اپنا پیشوا کہنے پر مجبور ہوتے۔ مگر اُن کو تو مسلمانوں کے کام میں رخنہ اندازی کرنی ہے۔

ایک شعر پر جو حضرت سرمد کا ہے اور جس کو حضرت مولانا عبدالباری نے اپنے خط میں استعمال کیا تھا اور جو یہ ہے۔ جناب مولانے بہت اعتراض کیا ہے۔

عمرے کہ بآیات و احادیث گذشت

رفتی و نثار بت پرستے کردن

ترجمہ۔ وہ عمر کہ جو آیات و احادیث میں گذری تھی ایک بت پرست پر قربان کر دی۔ اور لکھا ہے کہ مولانا عبدالباری نے آیات و احادیث کو بت پرست پر قربان کر دیا یہ کیسے غضب کی بات ہے۔

جناب مولانا کا یہ مغالطہ بچارے ناسمجھ مسلمانوں پر جادو کا کام کر گیا ہوگا۔ حالانکہ اس شعر کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ میں آیات و احادیث کو بت پرست پر قربان کرتا ہوں۔ بلکہ یہ ہے کہ پہلے جو عمر آیات و احادیث میں گزرتی تھی اب ایک بُت پرست پر قربان ہوگئی ہے یعنے شاعر کی عمر قربان ہوئی نہ کہ آیات و احادیث۔

یہ عشق و محبت کی شاعرانہ اصطلاح ہے۔ حضرت امیر خسرو فرماتے ہیں۔

خلق مے گوید کہ خسرو بت پرستی میکند

آرے آرے میکنم با خلق عالم کار نیست

خلقت کہتی ہے خسرو بُت پرستی کرتا ہے۔ ہاں ہاں کرتا ہوں دنیا والوں سے مجھے کچھ سروکار نہیں ہے۔

بچارے مولانا تصوف کی رموز اصطلاحوں کو کیا جانیں۔ گو چند لوگوں کے پیر بنے ہوئے ہیں

مگر کوچۂ عشق سے کوسوں دور ہیں۔ اگر ان کو کچھ بھی اس راستہ کی خبر ہوتی تو مولانا عبد الباری کے اس شعر پر اعتراض نہ کرتے۔

ان کو تو اپنے مرشد اور پیر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی بھی خبر نہیں ہے، حالانکہ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت حاجی صاحب کا مرید و خلیفہ ہوں۔ اگر وہ حضرت حاجی صاحب کے مرید و خلیفہ ہوتے تو ان کی سنت پر عمل کرتے۔ کیونکہ وہ مشائخ ہندوستان میں سب سے بڑے مہاجر تھے اور ان کا نام ہجرت کے لفظ سے آجتک مشہور ہے مگر جناب مولانا اشرف علی صاحب ہجرت کے نام تک سے نفرت کرتے ہیں۔ تو کیا پیر اور شیخ کے مرید ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ اگر جناب مولانا اشرف علی صاحب اپنے پیر کے سچے پیرو ہوتے تو ان کو حضرت سرمد کے اس شعر کی مرموز باریکیاں خود ہی معلوم ہو جاتیں اور وہ کبھی اس کے خلاف قلم نہ اٹھاتے۔

جناب مولانا اشرف علی صاحب کے اس رسالہ میں حضرت مولانا عبد الباری کے علم پر بھی آوازہ کشی ہوئی ہے کہ وہ عالم نہیں ہیں بلکہ علماء کے گھر میں پیدا ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا عبد الباری صاحب اس طعن سے برا نہیں مانیں گے، وہ جانتے ہیں کہ آج ان کی منزل عشق کی وہ منزل ہے جہاں علم ظاہر نابود ہو جاتا ہے۔

جناب مولانا تھانوی کے علم میں کس کو کلام ہے۔ وہ ناحق اپنے علم کو چمکانے کے لئے غریبوں پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ ہم لوگ تو پر وہ کائنات میں ابتدا سے انتہا تک طلب علم کی حیثیت کو باعث صد فخر و امتیاز سمجھتے ہیں۔ البتہ آپ کو اگر معلم جن و انس و شجر و حجر و ملکوت ہونے کا دعوٰے ہو تو ہمیں ایسی کسی قسم کے دخل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

قربانی گائے کی تاکید

جناب مولانا نے ساری کتاب تو ہم غریبوں کو گالیاں کوسنے دیکر ختم کر دی اور آخر کا صرف

ایک ورق اصل مضمون کا لکھا جس میں مسلمانوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ گاندھی و عبد الباری وحسن نظامی وغیرہ کے کہنے میں نہ آنا اور گائے کی قربانی خوب کرنا۔

اس کا جواب سوائے اسکے اور کچھ نہیں کہ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کی موجودہ مصیبت کا درد جناب مولانا کو عنایت فرمائے اور وہ شیرازہ ملکی کو اس طرح تباہ و برباد کرنے سے باز رہیں۔

البتہ اس مغالطہ کا جواب دینا ضروری ہے کہ جناب مولانا نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں گائے کشی سیکڑوں برس سے جاری ہے اور ہندو اس سے ہمیشہ نفرت کرتے ہیں اور انہوں نے اس کے بند کرانے میں جان و مال اور خوشامد سے ہر طرح کی کوشش کی مسلمانوں کو مارا بھی عورتوں کو بے عزت بھی کیا۔ ان کے گھر بھی جلائے۔ مقدمہ بازیاں بھی کیں مگر مسلمانوں کے دلوں میں کبھی خیال تک بھی نہیں آیا کہ اس شعار اسلامی کو چھوڑ دیں۔ نہ معتبر علمار نے اسکے ترک کا مشورہ دیا۔ تو کیا وہ علمار اور مسلمان جاہل اور احمق تھے جو انہوں نے قربانی گاؤ بند کرنے کی کوشش نہ کی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب کبھی مسلمانوں نے اتفاق ملکی کی ضرورت کو سمجھا ہمیشہ گاؤکشی بند کردی۔ غدر ۱۸۵۷ء میں مدت تک گاؤکشی بند رہی۔ اور اسکے بعد بھی اکثر واقعات بندشس کے پیش آئے۔ کیا غدر کے زمانے میں سب علمار اور مسلمان مولانا عبد الباری کیطرح جاہل اور احمق تھے۔ جو انہوں نے ہندوؤں کی خاطر گاؤکشی بند کردی تھی۔ اُس زمانے میں تو جناب مولانا اشرف علی صاحب کے آقا اور مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی بھی ہندوستان میں تشریف رکھتے تھے۔ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی بھی موجود تھے۔ ان کے سامنے گاؤکشی بند ہوئی تھی۔ غدر کی ہر تاریخ میں اس کا ذکر موجود ہے۔

اس زمانے میں آپ کے بزرگوں نے ہندوں سے ترک موالات نہیں کیا بلکہ ہندوؤں کے ساتھ مل کر کام کیا۔ اور انگریزی سرکار کے شبہ نے مدت تک حضرت حاجی صاحب کی تلاش جاری رکھی یہاں تک کہ وہ ہجرت کرکے مکہ معظمہ کو چلے گئے۔ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب





محدث گنگوہی تو شک و شبہ کی بنا پر انگریزی جیل خانہ میں محبوس رہے۔

اگر صرف گائے کی قربانی شعار اسلام ہوتی تو یہ حضرات ضرور حق کا اعلان فرماتے اور جب گاؤکشی بند ہوئی تھی تو آپ کی طرح کوئی رسالہ لکھتے یا زبانی اعلان کراتے کہ شعار اسلامی کو بند نہ کرنا چاہیئے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا اور ہندوؤں کی موالات کو قائم رکھا۔

معلوم نہیں آپ اپنے بزرگوں سے کیوں منحرف ہو گئے ہیں اور کس چیز نے آپ کو اپنے پیروں اور پیشواؤں کے طریقہ سے جدا کر دیا ہے۔

آج جن ترکوں سے آپ کو اس قدر عداوت ہے غدر ۱۸۵۷ء کے زمانہ میں ان ہی ترکوں نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی اور حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کو پناہ دی تھی اور موخر الذکر مولانا کو معقول وظیفہ بھی عنایت کیا تھا۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی کے مرید ہیں اور وہ حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحب کے خلیفہ اور مرید تھے۔ انہوں نے تو کوئی حکم آپ کی طرح ہندوؤں سے ترک موالات کا نہیں دیا۔ نہ گائے کی قربانی پر اصرار کیا۔ بلکہ اسکے خلاف آپ کی محبوب سرکار سے ترک موالات پر ان کا فتوی شائع ہو چکا ہے۔ تو بتائیے کیا وہ بھی معاذ اللہ مولانا عبد الباری کی طرح جاہل اور احمق ہیں خبر نہیں علم کا سیلاب کس پہاڑ سے آپکے سینے میں اُتر آیا ہے جس کے سامنے آپ کسی دوسرے کی کچھ حقیقت ہی نہیں سمجھتے۔

قصہ مختصر آپ نے جو اپنی کتاب کے آخری ورق میں گائے کی قربانی پر زور دیا ہے اور مسلمانوں کو مغالطے دیکر نصیحت کی ہے کہ گائے کی قربانی ضرور کرنا یہ بالکل غلط تعلیم ہے۔ اور کوئی دلیل آپ نے ایسی نہیں دی جس سے یہ ثابت ہوتا کہ صرف گائے کی قربانی شعار اسلام ہے۔

کم علم مسلمانوں کو ضد دلانا۔ اور دین کا نام لیکر جوش میں لانا بالکل نامناسب ہے۔ قرآن شریف نے فتنہ و فساد سے منع کیا ہے۔ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا۔

زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اسکی اصلاح ہونے کے بعد۔

پس جبکہ فساد کی اصلاح ہو چکی ہے اور مسلمانوں کی کثیر جماعت نے قربانی گائے کو ترک کر دیا۔ اگر تو آپ کو سواد اعظم سے جدا ہونا اور عذاب دوزخ کا سزاوار بننا جائز نہیں ہے۔ اور اصلاح کے بعد زمین میں فساد پیدا کرانے کے قائم مقام ہے۔

جناب مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی یا جناب مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے رسالہ کا جواب تو ختم ہوا اب انشاء اللہ اس کتاب کے دوسرے حصہ میں بلگرامی صاحب کے رسالہ کا جواب لکھا جائے گا جو اُنہوں نے مہاتما گاندھی کے نام کھلے خط کے طور پر لکھا ہے۔ اور جسکی تحریر پر اُن کو بڑا ناز ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ اِس رسالہ کا کوئی شخص جواب ہی نہیں دے سکتا۔

میں بقوت تائید خدا اِس کتاب کے دوسرے حصہ میں اِس رسالہ کا جواب لکھکر بتاؤں گا کہ اسمیں کوئی بات بھی لاجواب نہ تھی۔

دوسرا حصہ بھی بہت جلد تیار ہو جائے گا وہ اِس رسالہ سے کئی حصہ زیادہ ضخیم ہو گا۔ اور اُس میں سیاسی و تمدنی و مجلسی و اقتصادی حیثیت سے ترک قربانی گاؤ پر بحث کی جائے گی۔

اِس رسالہ ترک قربانی گاؤ کا گجراتی ترجمہ بھی ہو رہا ہے۔ عنقریب وہ بھی شائع ہو گا۔

ہندو قوم سے التماس

تمہید ختم کرنے سے پہلے میں ہندوؤں سے یہ ضروری التماس کرنی چاہتا ہوں کہ وہ ترک قربانی گاؤ کے مسئلہ میں صبر و ضبط سے کام لیں۔ مہاتما گاندھی کا بھی یہی ارشاد ہے کہ جب مسلمان خود اس کے بند کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تو ہندوؤں کو جلد بازی نہ کرنی چاہیئے۔ اِس سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ بلکہ اور الٹا اثر ہو گا۔

اِس بقر عید کے موقع پر گیا وغیرہ چند مقامات سے افسوسناک خبریں آئیں کہ ہندوؤں نے جبر و زور سے گائے کی قربانی بند کرانی چاہی اگر آیندہ بھی ایسا کیا گیا تو نتیجہ خراب پیدا ہو گا۔ کیونکہ

جب کسی اختیاری مسئلہ میں غیر مسلموں کی مخالفانہ و معاندانہ مزاحمت ہونے لگے تو ہر مسلمان پر اس مسئلہ کی حفاظت و حمایت واجب ہو جاتی ہے۔

آج مسلمان خود کوشش کر رہے ہیں کہ گائے کی قربانی چھوڑ دیں اور چونکہ گائے کی قربانی ایک اختیاری مسئلہ ہے کہ چاہے اسکو جاری رکھیں اور چاہے چھوڑ دیں۔ اس واسطے مسلمان خود ہی اس کو ترک کر رہے ہیں لیکن اگر ہندوؤں کی طرف سے لڑائی اور سختی کا برتاؤ ہوا تو پھر گائے کی قربانی چھوڑنے والے مسلمانوں پر بھی واجب ہو جائے گا کہ وہ ہندوؤں سے دب کر گائے کی قربانی نہ چھوڑیں اور ضرور اسی جانور کی قربانی کریں۔

ہندو لیڈروں کو یہ اطلاع ہر جگہ پہنچا دینی چاہیئے کہ عوام ہندو کسی کے کہنے سننے سے اشتعال میں نہ آئیں اور مسلمانوں پر ترک قربانی گاؤ کے لئے زور و جبر نہ کریں ورنہ جو مسلمان آجکل اسکے ترک کرانے کی کوشش کر رہے ہیں وہ بھی حکم اسلام کی بموجب گائے کی قربانی کرنے پر مجبور ہو جائینگے کیونکہ اسلام کا حکم یہی ہے۔ کہ اگر کسی اختیاری مسئلہ میں تم پر قوت کا دباؤ ڈالا جائے اور جبر سے اسکو روکنے کی کوشش ہو تو تم لڑو اور جان و مال اسکی حمایت میں قربان کر دو۔

ہندوؤں کو چاہیئے کہ وہ اس کام کو مسلمانوں پر چھوڑ دیں اور کہہ دیں کہ تمھیں اختیار ہے۔ ہم گاؤ کشی کے معاملہ میں دخل نہ دینگے۔ اس کا اثر یہ ہوگا کہ مسلمان خود اسکو چھوڑ دیں گے۔ اور اگر انہوں نے طاقت اور زور کو آزمانا چاہا اور جبراً اس معاملہ میں دخل دیا تو سارا معاملہ خراب ہو جائے گا۔

جو ہندو اس مضمون کو پڑھے اسپر فرض ہے کہ کم از کم دس ہندوؤں کو یہ مضمون سناوے اور ساتھ ہی نصیحت کرے کہ گائے کی قربانی کرنے میں مسلمانوں سے کچھ نہ کہا جائے۔ یعنے ان کو گائے کی قربانی بند کرنے کی نسبت نہ زبان سے سمجھایا جائے نہ طاقت اور زور کی دھمکی دی جائے۔ ورنہ پھر بہت مشکل پڑ جائے گی۔ اور مسلمانوں کی اس کوشش کا جو قربانی گاؤ بند کرانے کے لئے ہو رہی ہے بالکل خاتمہ ہو جائے گا۔ اور طاقت کا مقابلہ کرنے کے لیے سب مسلمان ایک ہو جائینگے۔

اور اُن میں سے ہر ایک گائے کی قربانی کرنے پر اصرار کرے گا۔

مجھے اُمید ہے کہ ہندو قوم عقل سے کام لیگی۔ اور آیندہ کسی جگہ جبر و زور اور دہمکی سے ہرگز ہرگز کام نہ لیا جائے گا۔

آخری عرض مولانا تھانوی کی خدمت میں

یہ ہے کہ آپ نے جو وزیر خارجہ کابل جناب سردار محمود طرزی صاحب کے خلاف مُسلمانان ہند میں رسالہ مذکور کے ذریعہ سے نفرت و حقارت پھیلانیکی کوشش فرمائی ہے یہ بہت ہی نامناسب بات ہے اور سردار صاحب پر بالکل غلط اتہام و بہتان ہے۔ اُنہوں نے گنگا دریا کی پھول بتاشوں سے ہرگز پوجا نہیں کی تھی۔

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ گورنمنٹ برطانیہ اور حکومت افغانیہ میں آجکل دوستی قائم ہے۔ اور برطانیہ حکومت کے ایک دوست کو اِس طرح بدنام کرنا نہایت سنگین جرم ہے۔

نیز افغان دین دار مُسلمان ہیں۔ ان کو محض اخباری خبر کی بنا پر جو سراسر مغالطہ آمیز تھی کافر بنا دینا بڑی نا واجب جرأت ہے۔ اُمید ہے کہ جناب مولانا آیندہ ایسی جرأت نہ فرمائیں گے۔

اِس رسالہ میں جناب مولانا کفایت اللہ صاحب صدر اعظم مدرسہ امینیہ دہلی کو بھی ہدف ملامت بنایا گیا ہے ان کا قصور صرف اتنا ہے کہ وہ خلافت کی خدمات میں حصہ لیتے ہیں یہ بات بھی جناب مولانا تھانوی کی شان سے بعید ہے۔ کیونکہ مولانا کفایت اللہ صاحب تو علمائے دیوبند کے لئے مایۂ صد ناز و افتخار عالم ہیں اور اُنکی علمی خدمات علوم اسلامیہ اِس قابل ہیں کہ ہر عالم ان کی تقلید کی کوشش کرے نہ کہ اِس طرح ان کو مورد طعن و تشنیع کیا جائے۔

میں نے اِس جواب میں جو کچھ لکھا ہے وہ کمال دلسوزی و خلوص سے تحریر کیا ہے۔ اور میں نہیں چاہتا کہ جواب سوال میں مُسلمانوں کی قوت برباد ہو۔ اُمید ہے کہ آیندہ جناب مولانا تھانوی اِس غیر موزوں شغلہ کو ترک فرماویں گے ورنہ میں مجبور ہوں گا اور جناب مولانا تھانوی کے ہر ارشاد کا دندان شکن جواب لکھنا ہوگا جسے اِس سلسلہ میں شایع فرمائیں گے۔

گائے کی قربانی کے لئے اِس قسم کی ترغیبات کا اثر یہ ہوگا کہ ہندو مُسلمانوں میں فساد برپا ہوں گے اور افسران انگریزی کو انتظام کی دشواریاں پیش آئینگی۔ اور امن پسند لوگوں کا فرض ہے کہ انگریز افسروں کی مشکلات میں اضافہ نہ کریں۔ اِس واسطے میں عرض کرتا ہوں کہ جناب مولانا تھانوی رسالہ بازی کے اِس فساد انگیز طریقہ کو چھوڑ دیں۔ اور حکومت کے انتظام میں رخنہ اندازی نہ فرمائیں آیندہ ان کو اختیار ہے۔

اب اصل کتاب ترک قربانی گاؤ کو ملاحظہ فرمائیے۔

۷۸۶ ہوالکل یامعین

ترکِ قربانیٔ گاؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و صلوٰۃ کے بعد دہلی کا رہنے والا حسن نظامی اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں گاؤ کشی کے مسئلہ کی نسبت کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔

مسلمانوں کی قوم صدیوں سے ہندوستان میں رہتی ہے۔ اور اس نے یہاں سیکڑوں برس بادشاہی کی ہے جس دن مسلمان اس دیس میں آئے اسی دن سے انہوں نے ہندوؤں سے یہ سنا کہ گائے ذبح نہ کیجائے کہ ہندو اسکی مذہبی عزت دل میں رکھتے ہیں بعض مسلمان بادشاہوں نے گاؤ کشی میں ہندوؤں کی دلجوئی کے خیال سے احتیاط کی اور بعض بے پروا رہے۔ مگر ہر زمانہ میں یہ ہمیشہ ظاہر ہوا کہ ہندو قوم گاؤ کشی سے بہت رنجیدہ ہوتی ہے اور جب کبھی ہندو مسلمانوں کا اتفاق ہوا تو گائے کا مسئلہ ضرور سامنے آیا یعنی مسلمانوں نے ہندوؤں کی دوستی کے لیے گاؤ کشی بند کر دی۔ چنانچہ غدر ۱۸۵۷ء میں بھی جب ہندوستان کے ہندو مسلمانوں کا ایکا ہوا تو گاؤ کشی ترک کر دی گئی تھی اور ہندوؤں کے دل پر مسلمانوں کے اس فعل کا بہت اچھا اثر ہوا تھا۔

آجکل کے زمانہ میں پھر گذشتہ اتحاد نے جنم لیا ہے اور مسلمان گاؤ کشی بند کرنے پر آمادہ نظر آتے ہیں میرے خیال میں یہ طریقہ اچھا نہیں ہے کہ کسی خاص وقت میں کسی خاص وجہ اور مصلحت سے گاؤ کشی بند کیجائے اور جب وقت گزر جائے اور اتحاد کی ضرورت باقی نہ رہے تو پھر وہی عمل ہونے لگے۔

مہاتما گاندھی نے اس وقت مسلمانوں پر بڑے بڑے احسان کیے ہیں اور وہ گائے کی حفاظت کا عقیدہ ایک پکے ہندو کی طرح اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ مگر انہوں نے بار بار ہندوؤں کو نصیحت کی ہے کہ وہ مسلمانوں سے ترکِ گاؤ کشی کی خواہش نہ کریں اور ان پر اس کے لیے زور نہ دیں کیونکہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو موجودہ اتحاد جس میں ہندو مسلمانوں کے مسئلہ خلافت کی امداد کر رہے ہیں ایک طرح کا خود غرضانہ بیوپار ہو جائیگا کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کی مدد میں حصہ لیا اور مسلمانوں نے گاؤ کشی بند کر دی۔ بلکہ ہندوؤں کو چاہیے کہ وہ بغیر کسی معاوضے اور بدلہ کی خواہش کے مسلمانوں کو اپنا

ملکی بھائی سمجھکر خلافت کے کام میں ان کا ہاتھ بٹائیں۔ چاہے مسلمان گاؤکشی بند کریں یا نہ کریں۔

اسی طرح مسلمان لیڈروں کو بھی مسلمانوں سے کہنا چاہئے کہ گاؤکشی کی بندش اس واسطے نہ ہونی چاہیے کہ ہندو مسئلہ خلافت میں ہمارا ساتھ دے رہے ہیں۔ بلکہ بغیر کسی عوض اور بدلہ کے صرف یہ سمجھکر کہ اسلام نے اپنے ہمسایہ کی دلداری کا حکم دیا ہے۔ اور ہندو ہمارے پڑوسی ہیں اور گاؤکشی سے ان کی دل آزاری ہوتی ہے لہذا ہم گائے کی قربانی نہ کریں اور اس کے عوض دوسرے جانوروں کی قربانی کافی سمجھیں۔ چاہے ہندو خلافت کے کام میں ہمارے مددگار رہیں یا نہ رہیں۔ ہم کو اسکی کچھ پروانہ کرنی چاہیئے کیونکہ مسلم قوم احسان کی تجارت نہیں کرتی ہے اور بغیر غرض مطلب کے دوپڑوسیوں کی خوشی و راحت کے کام میں حصہ لیتی ہے۔

پس مسلمان لیڈر قوم کو یہ سمجھائیں اور مسلمان قوم بھی یہ سمجھ لے کہ ہندو ہم سے متحد رہیں یا نہ رہیں، ہمارے کام میں حصہ لیں یا نہ لیں ہم ہر حال میں گاؤکشی سے احتیاط کرینگے اور اس احتیاط پر دوامی طور سے پابند رہیں گے۔

کشیدگی کے آثار

ابھی تو پورے طور سے اتحاد ہونے بھی نہ پایا تھا کہ کشیدگی کے آثار پیدا ہونے لگے چنانچہ تیسرے یوم خلافت کی ہڑتال میں بعض مقامات کے ہندوؤں نے مسلمانوں سے اختلاف کیا۔ اور دکانیں بند نہ کیں۔ اس کے جواب میں مسلمانوں نے یہ کیا کہ مسٹر تلک کے ماتم کی ہڑتال میں شریک نہ ہوئے۔

اس کشیدگی سے متاثر ہو کر بعض علاقہ کے مسلمانوں میں یہ چرچے بھی ہونے لگے کہ بقرعید پر گائے کی قربانی بند کرنے کی کیا ضرورت ہے جبکہ ہندو ہمارے ساتھ ملکر کام نہیں کرتے جب ان کو ہماری دلداری کی پروا نہیں ہے تو ہم کیوں ان کی دلجوئی کا خیال کریں۔

بریلی۔ علیگڑھ۔ سورت سے چند رسائل بھی چھپکر آئے ہیں جن میں گائے کی قربانی پر زور دیا گیا ہے۔ اور ہندوؤں کی خاطر گاؤکشی کی بندش کو بہت نامناسب و ناجائز بتایا گیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ آج اگر ہندوؤں کی خاطر گاؤکشی بند ہوئی تو کل ہندو کہیں گے کہ اذان بند کر دو۔ پرسوں کچھ اور کہیں گے۔ اور اسی طرح رفتہ رفتہ تمام اسلامی ارکان کی بندش کا مطالبہ ان کی طرف سے ہونے لگے گا۔

میری رائے میں اس کی وجہ محض یہ ہے کہ مسلمان گاؤکشی کی بندش بطور تبادلہ کے کرنی چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ

بات ہرگز نہ ہونی چاہیے۔ یعنی گاؤکشی کا ترک ہندوؤں سے عوض مانگنے یا احسان جتانے یا مہربانی کا لین دین کرنے کے لیے نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ معاوضہ کی خواہش کے بغیر گاؤکشی بند کر دیں اور ہندوؤں سے اس پر کسی قسم کا بدلہ نہ مانگیں جس طرح مہاتما گاندھی مسلمانوں کی حمایت معاوضہ کی خواہش کے بغیر کر رہے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کو بھی گاؤکشی بدلہ چاہنے کے لیے ترک نہ کرنی چاہیے بلکہ بلا غرض و طلب محض خلوص محبت سے یہ کام کرنا چاہیے۔

جن مسلمانوں نے یہ لکھا ہے کہ ہندو آج تو گاؤکشی کی بندش چاہتے ہیں کل اذان کی بندش چاہینگے اور پرسوں کسی اور رکن اسلام سے روکیں گے بالکل فضول اندیشہ ظاہر کیا ہے۔ وہ اسلامی قوت سے بے خبر معلوم ہوتے ہیں گائے کی محبت ایک ایسی چیز ہے جس میں ہندوؤں کے سب فرقے اور تمام ذاتیں شریک ہیں یعنی گائے کی عظمت و عزت ہندوؤں کی ہر ذات میں پائی جاتی ہے اس واسطے ہندو قوم کا ہر بچہ گائے کی حفاظت کا دم بھرتا ہے لیکن اسکے سوا مسلمانوں کے اور کسی رکن مذہبی سے ہندوؤں کے عقائد کا مقابلہ نہیں ہے۔ پھر وہ کیوں کسی رکن اسلام سے مسلمانوں کو روکیں گے۔ ان کا سر نہیں پھر گیا ہے۔ وہ پاگل نہیں ہو گئے ہیں۔ اور بالفرض اگر وہ ایسا کرنا چاہیں گے تو کیا ہم مسلمان ہندوؤں سے لڑائی کی طاقت میں کچھ کمزور ہیں؟ جو ان سے دبکر ہم کو اپنے ارکان دین بند کر دینے پڑینگے۔ ہم گنتی میں ہندوؤں سے کم بیشک ہیں مگر مذہب و روحانیت کی طاقت ابھی ہماری ان سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔

صدیوں سے آجتک کسی ہندو نے سوائے گاؤکشی کے اور کسی مسلمانی عمل سے اختلاف نہیں کیا۔ سو برس سے مسلمانوں کی بادشاہی اس ملک میں نہیں ہے۔ مرہٹوں کا زور بہت کچھ ہو چکا ہے مگر کبھی یہ نہیں سنا کہ کسی ہندو نے نماز روزہ یا کسی اور فرض اسلامی سے مسلمانوں کو روکا ہو۔ البتہ سکھ قوم کے بعض آدمیوں نے بعض مقامات پر اذان میں مزاحمت کی اور اب بھی کہیں کہیں کی جاتی ہے۔

لیکن اس کا الزام ساری ہندو قوم پر یا سب سکھوں پر عائد نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ سکھ ہندوؤں میں نہیں ہیں ان کو ایک جداگانہ قوم ہونے کا دعوے ہے۔ اور اذان کی مخالفت تعلیم یافتہ سکھ نہیں کرتے ہیں عوام اور جاہل سکھوں کی طرف سے یہ بات ظاہر ہوا کرتی ہے۔ اور وہ بھی اس لیے کہ مسلمان جھٹکے کے مسئلے میں ان سے ضد کرتے

ہیں۔ حالانکہ جھٹکہ سکھوں کا مذہبی ذبیحہ ہے۔ اِن کو جھٹکہ کر کے گوشت کھانے کی ہدایت کی گئی ہے۔ مسلمانوں کا کیا حرج ہے اگر کوئی قوم بکرے کا سر بالکل جُدا کر کے گوشت کھاتی ہے۔ اسلام نے اگر ایسا گوشت حرام کیا ہے تو مسلمان نہ کھائیں مگر اِن کو دوسروں کو روکنے کا کیا حق ہے۔ اور اُنکے مذہب پر جھٹکہ کرنے سے کیا حرف آتا ہے؟ جس گرنتھ کا پانی مسلمان بھی پیتے ہیں اس میں جھٹکے کا گوشت ہے اگر وہ برتن میں اتنا سکھوں کو ترک کر دینا چاہیے کہ اس اصلاحی عقائد کے بموجب نئی تنظیم جاری ہے

حاصل مقصد یہ ہے کہ ضد نفاق کی جڑ ہے اگر ہر قوم ضد اور نفسانیت کو چھوڑ دے تو کبھی بگاڑ نہ پیدا ہو۔

مجھے یقین ہے کہ ترک گاؤکشی کے بعد ہندو کبھی کسی اور رکن اسلام کی بندش کا مطالبہ مسلمانوں سے نہ کرینگے نہ مطالبہ کرنے کی کوئی وجہ ہو سکتی ہے۔ مسلمانوں کا یہ اندیشہ بالکل فضول ہے جو ضد و نفسانیت کے سبب مضمون نگاروں نے پیدا کیا ہے۔ اگر خدانخواستہ کسی وقت ہندوؤں نے ایسا کیا تو مسلمان بھی ترکی بہ ترکی جواب دینگے۔ وہ ایسے گئے گزرے نہیں ہو گئے ہیں کہ ہندوؤں سے دب کر اپنے کسی رُکن اسلامی کو چھوڑ دیں۔

گاؤکشی کوئی رُکن اسلامی نہیں ہے۔ ایک مُباح چیز ہے۔ پھر یہ قیاس کیوں کیا جاتا ہے کہ آج تو گاؤکشی کی بندش کا مطالبہ ہے اور کل کسی اور رکن اسلامی کی بندش طلب کی جائیگی۔ اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گاؤکشی بھی کوئی رُکنِ اسلام ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے جیسا کہ میں آگے جا کر بیان کروں گا۔

ہندو سیاسی و تمدنی معاملات ملکی میں اگر مسلمانوں سے مِلکر رہنا چاہینگے تو مسلمان بھی اُن سے مِلکر رہینگے اور اگر وہ مسلمانوں کی مِلت و دوستی کو ٹھکرائیں گے تو ہم کو بھی خواہ مخواہ اُن کے گلے پڑنے کی ضرورت نہیں ہے ہم خود اپنے زورِ بازو سے اس دُنیا اور اس مُلک میں زندہ رہ سکتے ہیں اور اپنے ہی بھروسہ پر زندہ رہنا چاہیئے۔

مگر گائے کُشی کو ہندوؤں کی دوستی دعیر دوستی سے کچھ تعلق نہیں ہے اسکے ترک کرنے میں تو خود ہمارا ذاتی فائدہ ہے۔ ہمارا ہندوؤں سے خواہ کیسا ہی بگاڑ ہو جائے اور ہماری اُن کی کتنی ہی عداوت بڑھ جائے پھر بھی ہم اقتصادی نقطۂ نظر سے گاؤکشی کو ترک کر کے فائدہ میں رہیں گے۔ ترکِ گاؤکشی میں ہمارا یہی فائدہ نہیں ہے کہ ہم حکمِ اسلام کے بموجب اپنی ہمسایہ قوم کے دلداری کرینگے بلکہ یہ بھی ہے کہ ہماری معیشت گائے کی سلامتی سے ترقی کر سکتی ہے اور اس کے خرچ کرنے سے نقصان ہوتا ہے۔ گائے کا گوشت کھانے میں ہمیں اُتنا فائدہ نہیں ہے

جتنا نقصان ہے۔

مُسلمان گائے کے پاسبان

دیکھو ہندو اگر گائے کی حفاظت تمدنی اور اقتصادی ضرورت کے علاوہ مذہبی حیثیت سے بھی کرتے ہیں تو ہم مسلمانوں کو بھی صرف تمدنی و اقتصادی حیثیت سے اس کی حفاظت کرنی ضروری ہے گائے کی حفاظت ہمارا خود اپنا ذاتی مسئلہ ہے۔

ہندوستان فقط ہندوؤں کا وطن نہیں ہے وہ بھی باہر سے اس ملک میں آکر آباد ہوئے تھے۔ ہم مسلمان بھی پردیس سے یہاں آئے اور سیکڑوں برس سے اس ملک میں سکونت اختیار کرکے رہتے ہیں۔ پس جس طرح ہندوؤں کو پیٹ پالنے اور عزت و آرام سے یہاں رہنے اور یہاں کی چیزوں کو برتنے کی ضرورت ہے اسی طرح ہم کو بھی یہ حق ہے کہ جن چیزوں سے روزی میسر آتی ہو اُن کو کام میں لائیں۔ اور اُن کو ضائع ہونے سے بچائیں۔

گائے ہم کو دودھ دیتی ہے۔ گھی بھی اسی کے دودھ سے اچھا اور مفید پیدا ہوتا ہے۔ اسی کے بچھڑے ہمارے ہل چلاتے ہیں جن سے ہماری کھیتی ہوتی ہے۔ اس واسطے گائے قدرتاً ہماری زندگی کی پاسبان ہے لہٰذا ہم کو بھی اس کی زندگی کا پاسبان ہونا چاہیے۔ کیونکہ گائے کی پاسبانی خود اپنی ذات کی پاسبانی ہے۔ گائے کی اگر ہم حفاظت کرینگے اور اسکو ذبح ہونے سے بچائینگے تو ہندوؤں پر کچھ احسان نہ ہوگا نہ گائے پر رحم کرنے کی دلیل ہوگی بلکہ ہم خود اپنی زندگی پر اپنے بچوں کی زندگی پر اور اپنے کھیتوں کی زندگی پر احسان کریں گے جن کو گائے کے سلامت رہنے سے فائدے

ہم گائے کی پوجا نہیں کرینگے

نہ ہم اس کی مذہبی شان سے تعظیم کرسکتے ہیں نہ ہمارے لیے یہ ممکن ہے کہ اسکے گوبر اور پیشاب کو پاک تصور کریں نہ اور کسی قسم کی تعظیم اس جانور کی ہم کو جائز ہے کیونکہ ہم مسلمان ہیں اور مسلمانوں کا مذہب کسی غیر خدا کی تعظیم جائز نہیں رکھتا۔ اور اُس نے خدا کے سوا ہر چیز کی پوجا سے ہم مسلمانوں کو روک دیا ہے۔

مگر ہم گائے کی زندگی کو محفوظ رکھنے پر ممنوع نہیں ہیں یعنی ہم کو یہ حکم اسلام نے نہیں دیا کہ تم لازمی طور پر

گائے ہی کو ذبح کرو۔ بلکہ اُس نے جن چیزوں کو حلال کیا ہے اور جن کے استعمال یا جن سے فائدہ اُٹھانے کی ہم کو اجازت دی ہے۔ اُن میں ہم کو بالکل مختارِ عام کر دیا ہے یعنی اگر ہم کسی وجہ سے اُن کو استعمال نہ کریں تب بھی ہم پر کوئی مواخذہ اور جرم عائد نہیں ہوگا اور اگر استعمال میں لائیں تو بھی خدا کی خوشنودی میں کمی یا ترقی نہیں ہو جاتی غرض کہ ہم گائے کو ذبح کرنے کے مسئلہ میں بالکل آزاد و خود مختار ہیں یعنی ہم کو اختیار دیا گیا ہے کہ ہم گائے کو اور اُن جانوروں کو جن کا گوشت ہمارے لیے حلال ہے خدا کا نام لیکر ذبح کریں اور کھائیں اور اگر کسی وجہ سے گائے یا دوسرے جانوروں کو ذبح کرنا مناسب نہ ہو تو ہم اُن کے ذبح کو ترک کر سکتے ہیں اور اس ترک سے کوئی گناہ ہم پر عائد نہیں ہوتا بشرطیکہ ذبح کو ہم اپنے اوپر حرام نہ کر لیں یعنی جس چیز کا ذبح کرنا یا کھانا خدا نے ہمارے لیے جائز اور حلال کر دیا ہے اُسکو اپنے اختیار سے ناجائز اور حرام کرنا ہمارے واسطے صرف گناہ ہی کا باعث نہیں ہے بلکہ اُس سے ہمارا ایمان بھی جاتا رہتا ہے اور ہم کافر ہو جاتے ہیں اگر ایسا کریں۔ لہٰذا گائے کے ذبح کرنے کا ترک ذبح کو ناجائز یا حرام سمجھکر نہ ہونا چاہئے بلکہ دودھ گھی کے نقصان اور کھیتی کیاری کے ضرر اور اپنے پڑوسی ہندوؤں کی دل شکنی کو مدِنظر رکھکر گائے کاٹنے سے ہمیں احتیاط کرنی چاہیے۔

قرآن شریف اور گاؤکشی

اب میں مسئلہ گاؤکشی کے متعلق مسلمانوں کو قرآن شریف کا حکم بتانا چاہتا ہوں۔ قرآن شریف میں گاؤکشی یا گائے کی قربانی کی نسبت کوئی صاف و صریح حکم موجود نہیں ہے۔ سب سے پہلی سورت گائے کے متعلق قرآن شریف میں ہے جسکا نام سورۂ بقر ہے اور اُس میں یہودیوں کا ایک قصہ بیان کیا گیا ہے کہ اُن کے ہاں ایک قتل کا واقعہ ہو گیا تھا۔ قاتل کو تلاش کے لیے وہ لوگ اپنے پیغمبر حضرت موسےٰ کے پاس آئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسےٰ کی زبانی ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں سے کہو کہ تم ایک گائے ذبح کرو اور اُس کے گوشت کا ایک ٹکڑا مقتول کے منہ پر رکھو اُس سے تم کو قاتل کا نام و نشان معلوم ہو جائے گا۔ بس اس قصہ کے سوا سورۂ بقر میں گاؤکشی یا گائے کی قربانی کے متعلق اور کوئی حکم نہیں ہے۔

قرآن شریف میں گائے کا بیان بقر کے لفظ سے تین جگہ آیا ہے اور عجل یعنے بچھڑے کے لفظ سے دو جگہ آیا ہے

اور انعام یعنی کھانے کے جانوروں کے ضمن میں گیارہ جگہ آیا ہے۔ مگر یہ وہ مقامات ہیں جہاں ذبح یا گوشت کھانے کا ذکر ہے ورنہ بقر یا عجل یا انعام کے الفاظ اور بھی متعدد جگہ پائے جاتے ہیں۔ الغرض جہاں جہاں گائے کے ذبح یا کھانے کا ذکر ہے وہاں مخصوص طور سے مسلمانوں کو صرف گائے کا گوشت کھانے یا صرف گائے کی قربانی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ بلکہ حلال جانوروں کے ضمن اور سلسلے میں گائے کا ذکر بھی آیا ہے قربانی کا جہاں کہیں ذکر آیا ہے وہاں عموماً حج کا موقع پایا جاتا ہے یعنی ایام حج کی قربانیوں میں اللہ تعالےٰ نے مختلف حلال جانوروں کا ذکر فرمایا ہے انہی میں گائے بھی ہے۔ مگر حج کی قربانیوں میں کسی جگہ بھی گائے کی قربانی کا خاص طور سے حکم نہیں ہے۔ سورۂ حج میں ہے وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ جَعَلْنَا مَنْسَکًا لِّیَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ عَلٰی مَا رَزَقَھُمْ مِّنْ بَھِیْمَۃِ الْاَنْعَامِ ترجمہ (اور ہر فرقہ کے لیے ہم نے مقرر کی قربانی تا کہ یاد کریں اللہ کا نام اُس رزق پر جو دیا خدا نے اُن کو مویشیوں سے) اس آیت میں یہ ارشاد ہوا کہ جس طرح ہر فرقے کے لیے قربانیاں ہوتی ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کے لیے بھی چوپائے مویشیوں کی قربانیاں مقرر ہیں تاکہ وہ اُنکے ذبح کے وقت خدا کا نام لیں۔ اس آیت میں انعام کا ایک عام لفظ ہے جو حلال چوپائے جانوروں پر صادق آتا ہے۔ گائے کی قربانی کی اس میں کہیں تخصیص نہیں ہے۔

اس آیت کے پہلے رکوع میں فرمایا کہ لِیَشْھَدُوْا مَنَافِعَ لَھُمْ وَیَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ فِیْ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَھُمْ مِّنْ بَھِیْمَۃِ الْاَنْعَامِ ترجمہ (مشاہدہ کریں اپنے منافع کو اور یاد کریں اللہ کا نام (مقررہ) معلوم ایام میں اس پر جو کہ روزی دیا اللہ نے اُن کو چوپاؤں سے)

اس آیت کے پہلے فقرے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کرنے سے پہلے مسلمانوں کو اپنے منافع کا خیال کرنا ضروری ہے۔ اس کے بعد قربانی کے مقررہ ایام میں خدا کا نام لیکر جانوروں کو قربان کیا جائے۔ یہاں بھی گائے کا نام نہیں ہے اور اس کی مخصوص قربانی کا حکم نہیں دیا گیا۔ لیکن سب سے بڑی چیز آیت کا پہلا ٹکڑا ہے جس میں قربانی کا حکم دینے سے پہلے اپنے منافع کو مشاہدہ کر لینے کا حکم دیا گیا ہے جس کا مطلب بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کے جانوروں میں پہلے اپنے منافع کا خیال کر لینا چاہیے یعنی اگر کوئی جانور زیادہ گراں ہو یا کسی جانور کے قربان کرنے سے کسی اور قسم کا نقصان پہنچتا ہو اور منافع میں خلل اندازی ہوتی ہو تو اُس جانور کی قربانی نہیں کرنی چاہیے اور

یہ حکیمانہ ارشاد خداوندی صاف تعلیم دیتا ہے آجکل کے حالات کے متعلق کہ اگر قربانی کے جانوروں میں سے گائے یا کسی اور جانور کی قربانی میں نفع معلوم نہ ہو یا منافع کے خلاف نقصانات کا اندیشہ ہو تو ایسے جانوروں کی قربانی نہ کرنی چاہیے۔ پھر سورہ مومنون پارہ ۱۸ میں ہے وَاِنَّ لَکُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَۃً نُّسْقِیْکُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِھَا وَلَکُمْ فِیْھَا مَنَافِعُ کَثِیْرَۃٌ وَّمِنْھَا تَاْکُلُوْنَ ہ ترجمہ: اور یقیناً تمہارے لیے چوپایے جانوروں میں نصیحت ہے۔ پلاتے ہیں ہم تم کو ان چیزوں میں سے جو انکے پیٹ میں ہیں (دودھ) اور تمہارے لیے ان میں بہت فائدے ہیں اور بعض کو ان میں سے تم کھاتے ہو۔

اس آیت میں تو صاف صاف اور کھلم کھلا ظاہر کر دیا کہ چوپایوں میں جتنے جانور دودھ دینے والے ہیں انکو کھانا نہ چاہیے۔ یا کم سے کم یہ تو ضرور ہی ثابت ہوتا ہے کہ دودھ دینے والے جانوروں کے گوشت کھانے میں اتنا نفع نہیں ہے۔ جتنا اُنکے دودھ گھی وغیرہ میں فائدہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالے نے صاف صاف فرما دیا کہ جانوروں میں جو دودھ دینے والے ہیں اُن کے دودھ وغیرہ میں تمہارے لیے بہت ہی نفع ہے منافع کے ساتھ کثیرۃ کا لفظ آیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ گوشت کے مقابلہ میں دودھ گھی کو بہت ہی منافع کی چیز فرماتا ہے۔ پس اس آیت کی بموجب گاؤکشی بڑے گھاٹے کا کام ہے اور جو لوگ اُس کے دودھ گھی کو چھوڑ کر گوشت کے لیے اُسکو کاٹتے ہیں وہ خدا کے عطیہ منافع کثیرہ کی قدر نہیں کرتے اور سخت نقصان اُٹھاتے ہیں صرف اسی ایک آیت کو لے لیا جائے اور اس پر پوری طرح بحث کی جائے تو ترک گاؤکشی کا اثبات ہو سکتا ہے۔ بعض کتابوں میں چند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں جن میں گائے کے دودھ کو دوا فرمایا گیا ہے اور گوشت کو بیماری ان حدیثوں کو محدثین قابلِ اعتبار نہیں سمجھتے کیونکہ ان کے بعض راوی معتبر نہیں ہیں۔ لیکن کیا جواب دیا جائیگا اس آیت شریف کا جس کے الفاظ سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ گائے کے دودھ اور گھی میں بہت ہی فائدہ ہے۔ یا یہ کہ دودھ دینے والے جانوروں کے گوشت میں اتنا نفع نہیں ہے جتنا انکے دودھ میں ہے۔ اب جو لوگ گاؤکشی کا ترک ہندوؤں پر احسان رکھنے کے لیے کرنا چاہتے ہیں۔ یا ہندوؤں کی ضد سے گاؤکشی پر اصرار کرتے ہیں اُن کو غور کرنا چاہیے کہ آیا گائے کے ذبح کرنے میں اور اُس کا گوشت کھانے میں اُن کا فائدہ ہے یا گائے کی حفاظت کرنے میں ،، اور اُس کے دودھ گھی کو کام میں لانے میں

فائدہ ہے؟ ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ گاؤکشی کرنا بڑے نقصان کی بات ہے خاصکر ہندوستان کے ملک میں جہاں گرمی اور خشکی بہت زیادہ ہے اور جہاں کے باشندے گوشت سے زیادہ دودھ، دہی اور گھی سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ گوشت ٹھنڈے ملکوں کے لیے زیادہ مفید ہو سکتا ہے۔ گرم ملکوں میں دودھ اور گھی اور چھاچ وغیرہ گوشت سے کہیں زیادہ بڑھکر مفید ثابت ہوتے ہیں ۔

اگر مسلمان اللہ تعالی کے ارشاد کی وقعت کرنی چاہتے ہیں۔ اور کون ایسا مسلمان ہے جس کا سر خدا کے ارشاد کے آگے جھکا ہوا نہ ہو تو اُن کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر غور کریں جس میں دودھ کو منفعت کثیر کی چیز فرمایا گیا ہے۔ اور گوشت پر دودھ کو ترجیح دی گئی ہے۔ ایسی حالت میں مسلمانوں کو حسب ارشاد خداوندی بڑے نفع کے کام کو اختیار کرنا چاہیے اور وہ یہی ہے کہ گاؤکشی ترک کی جائے اور گھر بہ گھر اُس کی پرورش ہو تا کہ مسلمانوں کے بچے گائے کے دودھ۔ گھی۔ دہی۔ اور چھاچ سے وہ منافع کثیر حاصل کریں جن کا ذکر اس آیت شریف میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔ اور اس طرح ارشاد ہوا ہے کہ۔ ہم تم کو پلاتے ہیں یعنی جو جانور دودھ دیتے ہیں اُن کا ہمپر کچھ احسان نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ وہ ان جانوروں کے ذریعہ سے ہمکو دودھ پلاتا ہے۔ اسی واسطے خدا نے فرمایا کہ ہم تمکو پلاتے ہیں ۔

یہاں ایک نکتہ اور بھی سمجھ میں آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان دودھ دینے والے جانوروں کی پرستش نہ کرنے لگے۔ کیونکہ جب آدمی کسی چیز سے فائدہ حاصل کرتا ہے تو اُس کی عظمت اور بزرگی اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ وہ اُسکو پوجنے لگتا ہے جیسا کہ ہندو گائے کو پوجنے لگے اس واسطے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو پہلے ہی سے بتا دیا کہ دودھ دینے والے جانور جو تم کو دودھ دیتے ہیں وہ درحقیقت ہماری عطا ہے کہ ہم اُن کے ذریعے سے تم کو دودھ پلاتے ہیں ۔

پس بجائے اس کے کہ تم دودھ دینے والے جانوروں کو پوجو ہماری بندگی اور اطاعت کرو۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان عظیم کی قدر کریں۔ شکرانہ بجا لائیں اور گائے کو مثل ایک مخلوق کے سمجھیں اور اس کی حفاظت کریں اور منافع کثیر کے خیال سے اُس کا کاٹنا اور ذبح کرنا چھوڑ دیں ۔

دودھ دینے والے جانور کی قربانی

اس آیت قرآنی کی تائید حدیث رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ہوتی ہے۔ بلکہ یہ حدیث گویا تفسیر ہے اس آیت کی کہ دودھ کا نفع گوشت سے مقدم ہے۔ یہ حدیث صحاح ستہ (حدیث کی چھ کتابیں بہت صحیح اور درست مانی گئی ہیں اسی واسطے ان کو صحاح ستہ یعنی چھ صحیح کتابیں کہتے ہیں) کی دو مشہور کتابوں میں ہے ایک ابوداؤد میں اور دوسری نسائی میں۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ بِیَوْمِ الْاَضْحٰی عِیْدًا جَعَلَہُ اللّٰہُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ قَالَ لَہٗ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ اِنْ لَّمْ اَجِدْ اِلَّا مَنِیْحَۃً اُنْثٰی اَفَاُضَحِّیْ بِھَا قَالَ لَا وَلٰکِنْ خُذْ مِنْ شَعْرِکَ وَاَظْفَارِکَ وَتَقُصُّ شَارِبَکَ وَتَحْلِقُ عَانَتَکَ فَذٰلِکَ تَمَامُ اُضْحِیَّتِکَ عِنْدَ اللّٰہِ۔ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِیُّ۔

ترجمہ۔ عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ حکم دیا گیا مجھکو قربانی کے دن کی نسبت کہ میں اس کو عید مقرر کروں کہ کیا ہے اسکو عید کا دن خدا نے اس اُمت کے لیے۔ عرض کیا ایک شخص نے کہ یا رسول اللہ اگر نہو میرے پاس سوائے دودھ دینے والی ایک اونٹنی کے تو کیا میں اسی کو قربانی کر دوں۔ فرمایا رسول اللہ نے نہیں (تو اس اونٹنی کو قربانی نہ کر) بلکہ تو اپنے بال مونڈ اور اپنے ناخن کاٹ اور اپنی موچھیں کتروا۔ اور زیر ناف کے بال صاف کر۔ پس یہی ہے تیری پوری قربانی خدا کے نزدیک۔ اس حدیث میں صاف حکم موجود ہے کہ اگر دودھ دینے والے جانور کے سوا اور کوئی جانور قربانی کے لیے کسی کے پاس موجود نہ ہو۔ یا اس کو دودھ دینے والے جانور کے علاوہ اور کوئی جانور خریدنے کی حیثیت و طاقت نہ ہو تو اُس کو دودھ دینے والے جانور کی قربانی ہرگز نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ اس کی قربانی صرف یہی ہے کہ اپنے بال مونڈوائے ناخن کٹوائے کہ خدا کے نزدیک یہی اعمال قربانی کے قایم مقام ہو جاینگے ✦

اس حدیث سے زیادہ دودھ دینے والے جانور کی قربانی کی ممانعت اور کیا ہو سکتی ہے۔ مسلمانوں کو اس پر غور کر کے گائے کی قربانی ترک کر دینی چاہیے۔ کہ دودھ دینے والی چیز ہے ✦

سورہ نحل پارہ ۱۴ میں ارشاد ہے:۔ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ترجمہ (اور چوپایے

جانور پیدا کیا اُن کو تمہارے واسطے ان کی (اون) میں جاڑے سے محفوظ رہنے کا سامان ہے اور (اس کے علاوہ دوسرے) منافع ہیں اور ان ہی میں سے بعض کو تم کھاتے ہو)

اس آیت قرآنی میں بھی اللہ تعالیٰ نے جانوروں کی اون اور دودھ گھی وغیرہ منافع کو مقدم رکھا۔ اور گوشت کھانے کو آخر میں بیان کیا جو دلیل ہے اس بات کی کہ اللہ تعالےٰ جانوروں کے دودھ وغیرہ فائدوں کو اُن کے گوشت کھانے سے زیادہ قابلِ توجہ تصور فرماتا ہے۔ اور اس میں اشارہ ہے اس بات کا کہ دودھ دینے والے جانور گائے وغیرہ کو ذبح نہ کرنا چاہیئے بلکہ اس کے دوسرے منافع حاصل کرنے مناسب ہیں۔

پھر سورۂ مومن پارہ ۲۴ میں ارشاد ہوا۔ اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ۔ (وہ اللہ جس نے مہیا کیے تمہارے لیے چوپائے تاکہ سوار ہو تم اُن میں سے بعض پر اور بعض کو اُن میں سے کھاتے ہو)

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے چوپائے جانوروں کی سواری کا پہلے ذکر فرمایا اور اُن کے گوشت کھانے کا بعد میں اس سے بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چوپائے جانوروں کے اس فائدہ کو مقدم رکھنا چاہتا ہے کہ اُن کو سواریوں کے کام میں لایا جائے اور گوشت کھانے کے فائدہ کو مؤخر کر دیا۔

گائے کے بچھڑے بھی بیلوں کی صورت میں ہماری مختلف سواریوں میں کام آتے ہیں۔ اس واسطے ہمکو سواری کرنے کے فائدہ کا خیال مقدم رہنا چاہیے کہ اُن کے گوشت میں اتنا فائدہ نہیں ہے جتنا سواری لینے وغیرہ میں ہے پھر سورۂ یٰسین پ ۲۳ میں ارشاد ہے۔ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَا اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ۝ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا یَاْكُلُوْنَ ۝

(کیا دیکھتے نہیں کہ تحقیق ہمنے پیدا کیا اُن کے واسطے چوپایوں کو جو ہمارے بنائے ہوئے ہیں پس وہ اُن کے مالک ہیں اور مسخر کر دیا ہمنے اُن چوپایوں کو اُن کے واسطے۔ پس بعض اُن میں سے سواریوں کے کام آتے ہیں اور بعض کو اُن میں سے کھاتے ہیں)

یہ آیت شریف بھی گذشتہ آیت کی طرح اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ جانور مقدم سواری کے لیے پیدا کیے گئے ہیں اور اُن کا گوشت کھانا مؤخر ہے۔

پھر سورۂ حج میں ارشاد ہے۔ لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (ہرگز نہیں

پہنچتے اللہ کے پاس (قربانیوں کے) گوشت اور نہ اُن کے خون۔ البتہ پہنچتا ہے اللہ کے پاس تمہاری طرف سے تمہارا تقویٰ (اور پرہیزگاری)

اس آیت کی شانِ نزول یہ ہے کہ اسلام کے ظہور سے پہلے مشرک لوگ جب قربانیاں کرتے تھے تو اُن کا خون اللہ کے نام کا کعبے کو لگا دیتے تھے یا بتوں کو خون اور گوشت سے لتھیڑ دیتے تھے۔ جب وہ لوگ مسلمان ہوئے تو اُنہوں نے اسلام لانے کے بعد بھی کعبہ کے اوپر قربانیوں کا خون ملنے کی رسم جاری کرنی چاہی پس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر کے اس رسم کی ممانعت کر دی۔

مسئلہ قربانی میں یہ آیت بے شمار معانی غور کرنے والے کو بتاتی ہے اور اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت اور خون کی ضرورت نہیں ہے وہ تو صرف انسان کی پاکبازی اور پرہیزگاری چاہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی اپنی حرص، طمع، نخوت، خودپسندی۔ خودغرضی اور تمام خواہشات نفسانی کو خدا کے رستہ میں قربان کرے۔ یہ نہیں کہ بے زبان جانوروں کو تو چھری سے کاٹ کاٹ کر ڈھیر لگا دیا جائے اور خود اپنے نفس کے بکرے اور دُنبہ کو شیطنت اور فرعونی تکبر کا چارہ کھلا کھلا کر زندہ رکھا جائے۔

سورۂ کوثر میں اس کی تائید فرمائی گئی ہے۔ ارشاد ہوا:۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (تحقیق عطا کی ہم نے تم کو کوثر۔ پس نماز پڑھو اپنے پروردگار کی، اور قربانی کرو)

بعض درویش مفسروں نے اس قربانی کے متعلق لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کے حکم کے ساتھ ہی بیانیہ واؤ سے قربانی کو پیش کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ خواہشاتِ نفسانی اور تمام خودپرستیوں کو قربان کر کے نماز پڑھو اس واسطے فرمایا کہ پروردگار کی نماز پڑھو اور قربانی کرو یعنی خواہشات نفس کو قربان کر کے نماز پڑھو۔

پس مسلمانوں کو چاہیے کہ قربانی کرنے میں نفسانی ضد کو بیچ میں نہ آنے دیا کریں اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں ہے کہ قربانی کا نام لیکر مسلمان زمین پر جھگڑے اور فساد کا باعث بنے۔ اگر گائے کی قربانی میں انسانوں میں باہمی نزاع اور عناد پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو گائے کی قربانی چھوڑ دینی چاہیئے۔ اور اُس کے بدلے دوسرے جانوروں کو قربان کر دینا چاہیئے۔

صُلح کے لیے اُصولِ مذہب کا ترک

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ گائے کی قربانی ہمارا مذہبی مسئلہ ہے اور اس کو ہم ہندوؤں سے صلح کرنے کی خاطر ترک نہیں کر سکتے۔ اُن کی خدمت میں عرض ہے کہ اوّل تو گائے ہی کی قربانی واجب نہیں ہے اور اس کے عوض دوسرے جانور قربان کر دینے سے یہ سنّتِ ابراہیمی ادا ہو سکتی ہے۔ اور اگر بالفرض گائے کی قربانی اُصولِ مذہب میں ہی شامل ہوتی تب بھی صلح و امن کی وجہ سے اس کا ترک جائز ہو سکتا تھا کیونکہ اس کا ثبوت سُنتِ نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے، کہ جب کفارِ مکہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو عمرہ سے روکا اور ایک خونریز جنگ کے اندیشہ کے بعد صلح کی تجویز ٹھہری اور صلح نامہ کی شرطیں لکھی جانے لگیں تو حضور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا:۔

ھذا ما قاضی علیه محمد رسول الله، فقالوا لا نقربها فلو نعلم انك لرسول الله ما منعناك لكن انت محمد بن عبد الله قال انا رسول الله وانا محمد ابن عبد الله ثم قال لعلى امح رسول الله قال لا والله لا امحوك ابداً، فاخذ رسول الله صلے الله علیه وسلم الكتاب، فكتب هذا ما قاضى عليه محمد بن عبد الله۔

ترجمہ (یہ اس صلحنامہ کی شرائط ہیں جن پر محمدؐ رسول اللہ نے فیصلہ کیا، پس کہا کفار نے ہم لفظ رسول اللہ کا اقرار نہیں کریں گے اگر ہم جانتے ہوتے کہ تم رسول اللہ ہو تو تم کو مکہ میں آنے سے نہ روکتے، لیکن تم محمد ابن عبداللہ ہو، اس پر رسول اللہ صلعم نے فرمایا میں اللہ کا رسول بھی ہوں اور میں محمدؐ عبداللہ کا بیٹا بھی ہوں۔ پھر حکم دیا حضرت علیؓ کو مٹا دو رسول اللہ کا لفظ عرض کیا حضرت علیؓ نے نہیں خدا کی قسم میں کبھی آپکے نام کو نہیں مٹاؤں گا۔ اس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرائط نامہ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور رسول اللہؐ کا لفظ مٹا کر محمدؐ بن عبداللہ لکھوا دیا)۔

دوسری روایت اسی بخاری میں اسی واقعہ کے متعلق ہے کہ جب صلحنامہ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی گئی تو کفار نے اس کی بھی مخالفت کی اور آنحضرت ؐ نے صلح کی خاطر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو ترک کر دیا اور نہ لکھا۔

ان دونوں باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شر اور فساد مٹانے کو اور صلح و آشتی بڑھانے کو لفظ رسول اللہ تک کو کاغذ سے جدا کرنا قبول فرمالیا۔ حالانکہ رسول اللہ وہ لفظ ہے جو تمام دینِ اسلام کی اصلی بنیاد ہے۔ ایسے ہی صلح کی خاطر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تحریر بھی ترک کردی گئی تو کیا آج کل کے مسلمان معاذ اللہ اللہ کے رسُول کی مصلحت پسندی کے خلاف چلنا چاہتے ہیں کہ آنحضرت ؐ نے تو صلح اور امن کی خاطر لفظ رسول اللہ اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو ترک کر دیا۔ اور ہندوستانی مسلمان ہندوؤں سے صلح اور محبت کی خاطر ایک جانور کی قربانی بھی ترک نہیں کر سکتے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے صاف سینہ اور حکمتِ امن پسندی عطا فرمائی ہے وہ اپنے آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس طرزِ عمل کی بخلوص خاطر پیروی کریں گے اور مصلحت امن کے خیال سے گائے کُشی کے خیال کو بھی پاس نہ آنے دیں گے۔

صحیح بخاری کتاب الحج باب فضل مکہ میں ایک حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کئی طریقوں پر روایت ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے عائشہ ؓ تو جانتی نہیں کہ تیری قوم یعنی قریش نے جب خانۂ کعبہ کو بنایا تو آثارِ ابراہیمی سے کچھ کم کر دیا۔ حضرت عائشہ ؓ نے عرض کی یا رسول اللہ اب آپ دوبارہ آثارِ ابراہیمی پر کعبہ کیوں نہیں بنوا دیتے؟ حضور ؐ نے فرمایا اگر تیری قوم نو مسلم نہ ہوتی تو میں ضرور ایسا ہی کرتا۔

دوسری روایت ہے کہ حضرت عائشہ ؓ نے آپ سے عرض کیا کہ دیوارِ حطیم بیت اللہ میں ہے؟ فرمایا کہ ہاں بیت اللہ میں ہے۔ اس پر عائشہ ؓ نے عرض کیا قریش نے اتنا ٹکڑا کیوں بیت اللہ میں داخل نہیں کیا حضور نے فرمایا۔ تیری قوم کے پاس خرچ کم ہو گیا تھا اس واسطے اتنا ٹکڑا بیت اللہ کے باہر رہ گیا۔ پھر فرمایا کہ اگر تیری قوم نو مسلم نہ ہوتی تو میں کعبے کو ڈھا دیتا اور پھر از سرِ نو آثارِ ابراہیمی پر اُسکو بنواتا۔ مگر مجھے اندیشہ تھا کہ ان نو مسلم لوگوں کے دل کہیں شُکستہ نہ ہو جائیں۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ مصلحت وقت کا خیال رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کو کتنا تھا کہ حضرت نے کعبے کی تکمیل محض اس وجہ سے نہ فرمائی کہ ناسمجھ اور جاہل لوگ ایمان و اسلام سے برگشتہ نہو جائیں تو کیا ہندوستان کی اُمت رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم اپنے سید کی اس مصلحت پسندی کو تقلید کے بے مثال اور نمونہ تسلیم نہ کریگی؟ مجھے یقین ہے کہ ضرور کریگی اور ہندوستان کے امن کے خاطر اور ہمسایہ قوم کی دل شکنی اور دل آزاری کی وجہ سے ہر مسلمان گاؤکشی کو بند کرے گا +

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنی بار گائے کی قربانی کی

احادیث رسول اللہ صلعم کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساری زندگی میں صرف ایک مرتبہ گائے کی قربانی فرمائی ہے۔ اور وہ بھی اپنی طرف نہیں بلکہ اپنی عورتوں کی طرف سے چنانچہ صحیح بخاری اور ابن ماجہ میں حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے۔

ضحی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن نسآئہ بالبقر

(قربانی کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی عورتوں کی طرف سے گائے کی) دوسری روایت صحیح بخاری میں جابرؓ ابن عبداللہ سے ہے +

ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لما قدم المدینۃ نحر جزوراً و بقرۃ

(تحقیق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے مدینہ میں تو قربانی کی اونٹ کی یا گائے کی)

اس روایت میں راوی کو پورا یقین نہیں ہے کہ قربانی کا جانور اونٹ تھا یا گائے۔ البتہ ایک اور روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلعم صرار میں پہنچے جو مدینہ منورہ سے مشرقی جانب تین میل پر ایک موضع ہے تو لوگوں کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیا، چنانچہ وہ ذبح کی گئی اور لوگوں نے اُس کا گوشت کھایا مگر حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ رسول اللہ صلعم نے خود اپنے ہاتھ سے قربانی کی یا خود اُس کا گوشت نوش فرمایا بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی اجازت سے دوسروں نے ہی ذبح کیا تھا۔ باقی کی اور دوسروں نے ہی اُس کا گوشت کھایا +

عورتوں کی طرف سے ایک مرتبہ گائے کی قربانی کرنے کی جو حدیث اوپر بیان کی گئی ہے وہ حضرت جابرؓ سے مسلم نے اور ابوداؤد نے بھی روایت کی ہے اور حضرت ابوہریرہ سے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بھی اُسے نقل کیا ہے ان سب حدیثوں کو ملا کر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حج وداع کے موقع پر آنحضرتؐ نے اپنی عورتوں کی طرف سے جنہوں نے عمرہ کیا تھا ایک گائے ذبح کی۔ بس سوائے اس ایک حدیث کے جس سے خود آنحضرتؐ کا گائے ذبح کرنا ثابت ہوتا ہے اور کوئی حدیث ایسی نہیں ملتی جس سے یہ معلوم ہو کہ آنحضرتؐ نے سوائے اس موقع کے اور بھی کبھی اپنے ہاتھ سے گائے ذبح فرمائی ہو۔ بلکہ دوسروں کو آپ کی اجازت بھی صرف ایک حدیث سے ثابت ہوتی ہے البتہ اس کے متعلق کئی حدیثیں ملتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے گائے اور اونٹ میں سات آدمیوں کو شریک ہو کر قربانی کرنے کی اجازت دی ۔

اب غور طلب یہ مسئلہ ہے کہ آنحضرتؐ نے اونٹ تو ایک ایک وقت میں دو دو سو قربانی کیے مگر گائے ساری عمر میں صرف ایک مرتبہ ذبح فرمائی اور وہ بھی اپنی طرف سے نہیں بلکہ عورتوں کی طرف سے تو کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم گائے کی قربانی کو اتنا ضروری نہیں سمجھتے تھے اور اس قدر اصرار اُن کو اس پر نہ تھا جتنا آجکل ہندوستان کے بعض مسلمانوں کو ہے باوجود تلاش بسیار کے یہ ثابت نہیں ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی کبھی گائے کا گوشت رغبت سے تناول فرمایا ہے حالانکہ اونٹ اور بھیڑ بکری دُنبے وغیرہ کے گوشت کھانے کی بہت سی روایتیں موجود ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آنحضرتؐ کا معجزہ تھا اور آپ چشم نبوت سے سیکڑوں برس کے بعد آنیوالی حالات کو ہندوستان میں دیکھ رہے تھے اور جانتے تھے کہ ہندوستان میں میری اُمت کو ایک دن گائے کشی کا جھگڑا پیش آنا ہی اسواسطے حضورؐ نے پہلے سے اپنا طرزِ عمل ایسا دکھا دیا جس سے گاؤکشی کا ترک آسان ہو جائے

سب سے بڑے حیلے کا جواب

گائے کی قربانی کے مسئلے میں یہ حیلہ بہت زبردست پیش کیا جاتا ہے کہ غریب مسلمان بکرے خریدنے کی

حیثیت نہیں سکتے اس واسطے وہ گائے کی قربانی کرتے ہیں کیونکہ بکرا ایک آدمی کو کرنا پڑتا ہے اور گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ گویا یہ دلیل جواز قربانیٔ گاؤ کے لیے سب سے بڑی سپر بھی جاتی ہے حالانکہ اس کی تردید خود اس کے اندر موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ کم حیثیت پر قربانی واجب نہیں ہے، یعنی جو شخص اتنی بھی حیثیت نہ رکھتا ہو کہ بکرا خرید کر قربانی کر سکے اُس کو قربانی کرنا واجب نہیں ہے اِس واسطے کہ شریعت نے قربانی کرنے کے لیے نصاب مقرر کر دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جس آدمی کے پاس تمام ضروریاتِ زندگی یعنی کھانے، کپڑے اور رہنے سہنے کی ضرورتوں سے بچا ہوا اور فالتو اتنا روپیہ ہو جس کی تعداد ساڑھے باون تولہ چاندی یعنی چھپن روپیہ تک پہنچتی ہو یا ساڑھے سات تولہ سونا ہو پس جس شخص پاس نصاب نہ ہو یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولے سونا موجود نہ ہو اُس پر قربانی ہرگز ہرگز واجب نہیں۔ پھر جو لوگ ناداری اور مفلسی کو گائے کی قربانی کا حیلہ قرار دیتے ہیں تو شریعت کے دربار میں یہ حیلہ کیونکر مقبول ہو سکتا ہے، ایسے مفلسوں پر تو قربانی واجب ہی نہیں ہے۔ تو کیا ضرورت ہے کہ گائے کی قربانی میں شرکت کا قصد کریں +

گائے کی بُت شکنی

آج کل بعض لوگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ چونکہ ہندو گائے کو دیوتا سمجھتے ہیں پس اگر اسکی قربانی یا ذبح سے احتیاط کی جائے گی تو شرک و بُت پرستی کی اعانت ہو گی اس واسطے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ گائے کشی ترک نہ کریں اور گائے کے بت کو توڑنا ضروری سمجھیں۔ میں ادب کے ساتھ یہ التماس کرنا چاہتا ہوں کہ جو لوگ گائے کو بُت سمجھکر کاٹتے ہیں وہی درحقیقت ہندوستان میں بُت پرستی اور شرک کی امداد کا کام کر رہے ہیں کیونکہ اُن کی ان تحریروں اور تقریروں سے بت پرستوں میں گائے کی پوجا کا ذوق و شوق پہلے سے بھی دو گنا تِگنا بلکہ آٹھ گنا ترقی کرتا ہے اور جوں جوں اس بُت پرستی میں ترقی ہوتی ہے اس تمام شرک کے گُناہ اُن حضرات کے نامۂ اعمال میں لکھے جاتے ہیں جو گائے کے

بت توڑنے کا غل مچا مچا کر بت پرستوں کو جوش میں لاتے ہیں قصہ مختصر گائے کی قربانی یا گائے کشی یقیناً اس قابل ہے کہ مسلمان اس کو چھوڑ دیں اور اس کے عوض دوسرے جانوروں کی قربانیاں کریں کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے خیر الاضحیۃ الکبش "سب سے بہتر قربانی دُنبے کی ہے"

یہ جو کہا جاتا ہے کہ قربانی شعائر اسلام میں ہے تو اس کو ہم کیسے چھوڑ دیں، مگر یہ بالکل غلط خیال ہے گائے کی قربانی ہرگز ہرگز شعائر اسلام میں داخل نہیں ہے۔ البتہ صرف قربانی شعائر اسلام میں ہے مگر اُس کے ترک کی کوئی صلاح نہیں دے سکتا۔ میری درخواست از روئے شرع شریف یہی ہے کہ گائے کشی اور صرف گائے کی قربانی ترک کر دی جائے اور اُس کے ترک سے دین میں کسی طرح کا رخنہ پیدا نہیں ہوتا۔ یعنی نفس قربانی کی مخالفت کوئی نہیں کرتا۔ جو صاحب نصاب ہو وہ بھیڑ بکرے، اُونٹ دُنبے کی قربانی کر سکتا ہے۔ کلام فقط اس میں ہے کہ گائے کی قربانی ترک کر دی جائے۔

اگر کوئی شخص یہ کہتا کہ سرے سے قربانی ہی بند کر دینی چاہئے تب تو یہ جواب دیا جا سکتا تھا کہ چونکہ قربانی شعائر اسلامی ہے اس واسطے ہم اس کو ترک نہیں کر سکتے۔ مگر جبکہ کوئی شخص قربانی کو بند کرنے کی خواہش نہیں کرتا بلکہ صرف گائے کی قربانی کی بندش چاہتا ہے تو اس میں شعائر اسلامی کی بندش نہیں ہوتی ہے۔ کیونکہ گائے کی قربانی شعائر اسلامی نہیں ہے بلکہ محض قربانی شعائر اسلام میں ہے اگر گائے کی قربانی نہ کی جائے اور محض بھیڑ۔ بکرا۔ دُنبہ وغیرہ اس کے عوض قربانی کر دیا جائے تو شعائر اسلامی ادا ہو جائے گا اور گائے کی قربانی کا ترک شعائر اسلام میں حارج نہ ہوگا۔

علمائے دین اس نکتہ کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اور جن موافق یا مخالف مولوی صاحب سے جی چاہے پوچھ لو کوئی شخص یہ دعوے نہیں کر سکتا کہ صرف گائے کی یا کسی اور مخصوص جانور کی قربانی کرنا شعائر اسلام ہے۔ بلکہ وہ یہ جواب دینگے کہ محض قربانی شعائر اسلام میں ہے۔ خواہ وہ کسی جانور کی بھی ہو۔ اُن جانوروں میں سے جن کی قربانی جائز کی گئی ہے۔

جناب مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں صاحب کی رائے گاؤکشی کے مسئلہ میں

بقرعید کا زمانہ بہت قریب ہے مجھکو یقین ہے کہ برادران اسلام کو اُس رزولیوشن کا ضرور خیال ہوگا جسکو اُنھوں نے گرمجوشی سے اور بالاتفاق امرتسر کے جلسہ مسلم لیگ میں قربانی گاؤ کے متعلق پاس کیا تھا۔ مجھکو یہی اُمید ہے کہ اُن کو اچھی طرح سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ یہ رزولیوشن کسی طرح سے اسلام کے مذہبی اصُول کے خلاف نہیں ہے جس کی تصدیق مولوی عبدالباری صاحب اور ۱۱۰ علمائے افغانستان کے فتوے سے ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں برادران اسلام کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ اُن کے ہندو برادران وطن کس قدر انہماک سے اُن کے خالص مذہبی معاملہ یعنی تحریکِ خلافت میں ساتھ دے رہے ہیں۔ اِس سلسلہ میں یہ امر باعثِ خوشی ہے کہ امیر افغانستان اور ہزاگزالٹیڈ ہائینس نظام نے اپنے ملک میں گائے کی قربانی کی ممانعت کردی ہے ان حالتوں کا لحاظ کرتے ہوئے میں اپنے برادرانِ اسلام سے اپیل کرتا ہوں کہ اگر بالکل نہیں تو جہانتک ممکن ہوسکے کسی اور جانور کو آیندہ بقرعید کے موقع پر بجائے گائے کے ذبح کریں۔ میں اپنے ہندو برادرانِ وطن سے بھی اپیل کرتا ہوں کہ قربانیِ گاؤ خود مسلمانوں کا ایک قومی سوال ہوگیا ہے اور وہ مناسب طریقے سے اُس کے حل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اس واسطے ہندو اور مسلمان جماعتیں میرے اِس مشورہ پر اُسی طرح سے عمل کریں گی جیسا کہ میں نے اس اپیل میں لکھا ہے۔ اور وہ ایک قومی ثبوت اپنی باہمی نیک نیتی کا ایک دیرپا اتفاق سے دینگی جو باعث ملک کی ترقی کا ہوگا۔

گئو رکھشا

(مہاتما گاندھی کے قلم سے)

گئو رکھشا کا سوال ہندوؤں کے لیے مذہبی اہمیت رکھتا ہے اور اس مذہبی تقدس سے اگر قطع نظر کرکے دیکھا جائے تو یہ عقیدہ انسانی خیالات کو بلند اور ارفع کرنیوالا بھی ہے مگر دوسروں کا تو کیا ذکر ہم ہندو ہی آجکل گئوؤں اور بچھڑوں کی حفاظت کے سوال پر بہت کم توجہ کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ دُنیا کے کسی ملک میں

بھی مویشی کی حالت اتنی زار نہیں جیسی ہندوستان میں ہے۔ انگلستان کے لوگ گائے کا گوشت کھاتے ہیں مگر اسکے باوجود وہاں ایک بھی گائے ایسی نظر نہیں آتی جسکی ہڈیاں اس طرح پوست کے اندر سے نکلی ہوئی ہوں جیسے ہندوستان میں۔ ہم نے گئورکھشا کے لیے گئوشالے اور پنجراپول کھول رکھے ہیں مگر اُن کا انتظام نہایت ناقص اور اُن کی حالت نہایت خراب ہے۔ لازم تو یہ تھا کہ ان سے مویشی کو فائدہ پہنچتا اور اُن کی بہتری کی صورت پیدا ہوتی مگر حالت یہ ہے کہ جن گئوؤں کا کوئی والی وارث نہ ہو انہیں آخری دم توڑنے کے لیے ان مقامات میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ ہندوستان میں انگریزوں کے لئے آئے دن سینکڑوں گئوئیں ذبح ہوتی ہیں۔ مگر ہمیں ان پر اتنا گلہ نہیں جس قدر ان امیروں۔ رئیسوں اور راجاؤں پر ہے جو اپنے انگریز دوستوں کے لیے گائے کا گوشت مہیا کرتے ہیں۔ ہم اپنی کوششوں کی انتہا یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی گائے کسی مسلمان کے پاس نہ رہے۔ ظاہر ہے کہ گئورکھشا کا یہ طریقہ نہایت ناقص اور بالکل اُلٹا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسکی بدولت ہندو مسلمانوں میں جھگڑے فساد ہوتے رہتے ہیں۔ میری رائے میں اس طریقے سے اتنی گئوئیں ماری گئی ہیں جتنی اس صورت میں ہرگز تلف نہ ہوتیں اگر ہم اپنے کام کو صحیح طریقہ سے شروع کرتے اسکا آغاز خود ہندوؤں سے ہونا چاہئے تھا اور اب بھی ہونا چاہیے اور اس سلسلہ میں ہمارا فرض ہے کہ سارے ملک میں گئورکھشا کا پرچار کرتے ہوئے اس بارے میں مفید لٹریچر شائع کریں کہ مویشی کے ساتھ رحم اور نرمی کا سلوک ہونا چاہیے اور جابجا ایسی ڈیریاں گئوشالے اور پنجراپول قائم ہونے چاہئیں جو سائنٹیفک اُصولوں پر چلائے جائیں اس کے بعد ہمیں انگریزوں میں بھی اس بات کا پرچار کرنا چاہیے کہ وہ گائے کا گوشت کھانا ترک کریں یا کم از کم غیر ملکوں کے آئے ہوئے گائے کے گوشت پر اکتفا کریں۔ اس کے علاوہ ہمیں ہندوستان سے مویشی کی برآمد بھی رکوانے کی کوشش کرنی چاہیے اور ساتھ ساتھ اس فکر میں لگے رہنا چاہیے کہ ملک میں دودھ کی بہم رسانی اور افراط کے طریقے سوچے جائیں مجھے کامل یقین ہے کہ اگر ہمنے اس معاملہ میں صحیح راستہ اختیار کیا تو مسلمان ہمیں پورے طور سے مدد دینگے اور اگر ہمنے اس بات پر اصرار کرنا چھوڑ دیا کہ وہ اپنے تیوہاروں پر گئوؤں کی قربانی نہ کریں تو وہ خود بخود ایسا کرنا ترک کر دینگے۔ ہماری طرف سے سختی کے اظہار کا نتیجہ سوائے جھگڑے تکرار کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ زبردستی ہم نہ مسلمانوں سے اور نہ کسی اور فرقہ کے لوگوں سے اپنے مذہبی جذبات کا احترام کرا سکتے ہیں۔ البتہ اُن کے دلوں میں ہمدردی کا مادہ پیدا کرنے سے یہ کام بڑی آسانی سے ہو سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ میں نے گئورکھشا کو مسئلہ خلافت میں داخل نہیں کیا۔ میں ہندوؤں میں سب سے پکا ہندو ہوں میں کسی

درجہ راسخ الاعتقاد ہندو کی طرح گئووں کو قربانی سے بچانیکا خواہشمند ہوں لیکن ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے میں
گئو رکھشا کو مسئلہ خلافت کا حصہ بنانا نہیں چاہتا۔ مسلمان ہمیشہ ہمارے ہمسایہ ہیں۔ ان پر آج کل مصیبت نازل ہے۔ انکی شکایات
بالکل بجا ہیں اور میرا سب سے بڑا فرض ہے کہ اپنی جان و مال کی پروا نہ کر کے انکی جایز شکایات رفع کرنے کی کوشش کروں یا
ان کی کوشش میں مدد دوں یہی طریقہ ہے جس پر ہندو مسلمانوں میں دوستی قائم رہ سکتی ہے۔ میں اُن لوگوں میں سے نہیں
ہوں جو فطرت انسانی کو بے اعتمادی کی نظر سے دیکھتے ہیں اسلیے مجھے کامل یقین ہے کہ فریق ثانی کی طرف سے بھی دوستانہ رویہ
کا اظہار ہوگا۔ اگر کسی شخص کو مشروط امداد دی جائے تو وہ امداد نہیں کہلا سکتی۔ بہر حال اسکا مجھے یقین ہے کہ نتیجہ یقیناً
گئو رکھشا ثابت ہوگا اور اگر ایسا نہ بھی ہوا تو اس کا میرے خیالات پر کچھ اثر نہ ہوگا کیونکہ دوستی اس اسپرٹ کا
نام ہے جس میں بغیر کسی معاوضہ کی اُمید رکھے محبت اور قربانی کا ثبوت دیا جائے۔

میں دیکھتا ہوں کہ ہندوؤں میں اس سوال پر بےچینی سی پائی جاتی ہے گئو رکھشا کے شوق میں وہ ہم میونسپل کمیٹیوں کی
معرفت اس بارے میں قوانین اور مسلمانوں کے جلسوں میں رزولیوشن پاس کرانا چاہتے ہیں میں اپنے ہندو بھائیوں
سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ذرا صبر سے کام لیں۔ ہمارے مسلمان بھائی اسی طرح کر رہے ہیں جیسا انہیں کرنا چاہیے تھا
میرے ہندو بھائی مولانا عبدالباری کے اس بیان کو دیکھیں کہ ایک سچے مسلمان کی حیثیت میں میں اسوقت تک کوئی امداد
لینا منظور نہیں کر سکتا جب تک میں اپنے ساتھی مسلمانوں کو گئو رکھشا پر آمادہ کرنے میں کامیاب نہ ہوں اُنہوں نے جو کچھ
کہا تھا وہ کر کے دکھا دیا ہے۔ اُنہوں نے مسلمانوں میں گئو رکھشا کے پرچار میں کوتاہی نہیں کی۔ مسلم لیگ کے گزشتہ اجلاس
میں حکیم اجمل خاں نے باوجود زور دار مخالفت کے عیدوں کے موقع پر گئوئیں ذبح نہ کرنیکا رزولیوشن پاس کرایا۔ مولانا محمد علی
اور مولانا شوکت علی نے گائے کا گوشت بالکل ترک کر دیا ہے۔ ہم ان مسلمان بھائیوں کی عنایت کے تہ دل سے ممنون احسان
ہیں۔ ہمارا فرض ہونا چاہیے کہ انہیں اس مشکل سوال کو اپنے طریق پر حل کرنے کا موقع دیں۔ ہندوؤں کو میری نصیحت
یہ ہے کہ مسلمانوں کو انکی ضرورت کے وقت بغیر کسی معاوضہ کی اُمید کے مدد دو پھر تم یقیناً گئو رکھشا کے سوال کو
حل کر لوگے۔ اسلام بڑا شاندار مذہب ہے اسپر اور اس کے پیرووں پر بھروسہ رکھو اور جبتک خلافت کی تحریک
جاری ہے کسی مسلمان کے ساتھ گئو رکھشا یا کسی اور مذہبی سوال پر بحث کرنا جرم خیال کرو۔ پھر تمہارا کامیاب ہونا
یقینی ہے۔

تھانہ کا تازہ پروانہ

کتاب ہذا تیار ہو چکی تھی کہ تھانہ بھون کا ایک تازہ پروانہ یعنے ایک اشتہار دو صفحہ کا صادر ہوا جس کا عنوان یہ ہے "ہندو مسلم کا اتحاد اور شرعی فتولے" اسمیں حسب ذیل مضامین ہیں۔

(۱) مولانا عبدالحی صاحب کا فتولے کہ کفار کے اعمال کو اچھا کہنا کفر ہے (۲) کتاب خزانۃ الروایات کی عربی عبارت جسکا حاصل مقصد یہ ہو کہ مجوسیوں کے نوروز میں شریک ہونا کفر ہے۔ اور ہندوؤں کی دیوالی میں حصہ لینا کفر ہے۔ (۳) انوار القادری کی عبارت نقل ہوئی ہے کہ جو ہندوؤں کی رسموں کو اچھا کہے وہ کافر ہے (۴) کتاب شامی کی عبارت نقل کی ہے کہ جو مسلمان کفار کے منہدم شدہ عبادت خانوں کو از سر نو بنوائے یا اسکی اجازت دے وہ کافر ہے (۵) پس جن مسلمانوں نے گاؤ کشی بند کرنیکی تقریر کیا تحریراً یا عملاً تحریک کی۔ یا مسلمانوں کو سمجھایا کہ گائے کی قربانی سے روکا یا مسلمانوں سے گائیں خرید کر یا چھین کر ہندوؤں کے حوالہ کیں بالخصوص جن لوگوں نے بعض علاقوں میں مسلمانوں سے گائیں لیکر انکو پھول پہنا کر ان کا جلوس نکالکر انکے آگے پیچھے گئو ماتا کی جے کے نعرے لگاتے ہوئے ہندوؤں کے گئوشالا میں اُن کو پہنچایا یہ سب **لوگ اسلام سے خارج ہو گئے**۔ اسیطرح جن لوگوں نے اپنے ماتھے پر قشقے لگائے یا ہندو اتحاد کے جوش میں کسی ہندو جنازہ میں شرکت کی بالخصوص اگر رام رام ست ہیں کے نعرے بھی لگائے یا جن لوگوں نے مشرملک کے مرثیے لکھے یا جن لوگوں نے تلک کے جنازہ اور اسکے جلوس میں شرکت کی یا اُسکی ارتھی کو یا اسکی نقل کو کندھا دیا۔ یا جن لوگوں نے یکہا کہ دوار کا شرلیف سے آنے والوں کا مسلمانوں کو استقبال کرنا چاہیئے یا جن لوگوں نے ان افعال کفریہ کو اور گائے کشی کو بند کرانے کو اچھا سمجھا یہ لوگ بھی اسلام سے خارج ہو گئے۔ اِن سب کو اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کرنی چاہیئے۔ آیندہ ہندوؤں کے ساتھ ایسا ربط و اتحاد نہ کریں۔

میرا جواب

یہ ہے کہ جناب مولانا تھانوی نے جس قدر کتابوں کے حوالے لکھے ہیں انمیں کہیں بھی گائے کی قربانی کرنے یا نہ کرنے کا ایک حرف نہیں ہے مولانا نے خود ہی اپنے دل سے ان عبارتوں کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ گاؤ کشی اس سے مراد ہے۔

(۱) نمبر کا جواب یہ ہو کہ کفار کے شرکانہ اعمال کو اچھا کہنا بے شک کفر ہے مگر گائے کی قربانی کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔ میں نے اپنے اِسی رسالہ میں لکھدیا ہے کہ مُسلمان گائے کی کسی قسم کی تعظیم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ ان کے لئے جائز نہیں ہے۔ پس جو شخص گائے کی عبادت کو یا تعظیم کو جو ہندوؤں کا عقیدہ ہے اچھا کہے تو بے شک وہ کافر ہے۔ مگر ہم تو صرف یہ کہتے ہیں کہ گائے کی قربانی نہ کرو۔ اسکے سوا اور کچھ نہیں۔ (۲) کا جواب یہ ہو کہ نوروز اور دیوالی کی مذہبی رسومات میں شریک ہونا بیشک ناجائز ہے مگر اسکو گائے کی قربانی سے کیا تعلق جو یہاں لکھا۔ (۳) کا جواب یہ ہو کہ کوئی مُسلمان ہندوؤں کی مشرکانہ رسموں کو اچھا نہیں کہتا اور اس کا تعلق بھی ترک قربانی گاؤ سے کچھ نہیں ہے (۴) کا جواب یہ ہے کہ مسمار شدہ بُت خانوں کے بنانے یا بنوانے کی اجازت دینے کو ترک قربانی گاؤ سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔ گائے اگر ہندوؤں کا بت ہو تو ہم بت ہونے کے سبب اسکی حفاظت نہیں چاہتے۔ بلکہ اس لئے کہ وہ دودھ دینے والا جانور ہے اور اس کے دودھ میں گوشت کی بہ نسبت مُسلمانوں کا زیادہ فائدہ ہے (۵) کا جواب یہ ہے کہ جناب مولانا نے جن چار دلیلوں کو پیش کر کے یہ لکھا ہو کہ گائے کی قربانی ترک کرنے اور کرانے والے کافر ہو گئے اور انکی بیویاں ان کے نکاح سے نکل گئیں وہ دلیلیں گائے کی قربانی سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتیں۔ اور ان میں کہیں بھی اسکا ذکر نہیں ہے کہ گائے کی قربانی کرو۔ اور نہ کرو گے تو کافر ہو جاؤ گے۔ اور بیویاں نکاح سے نکل جائینگی۔ اگر مذکورہ کتابوں کی عبارتوں سے خواہ مخواہ کھینچ تان کر گائے کی قربانی کرنے کا ثبوت نکالا جائے گا تو تب تو ایک مُسلمان بھی باقی نہ بچے گا اور جناب مولانا سمیت

سب کافر ہو جائیں گے۔ کیونکہ اس طرح تو ہر شخص اپنے مطلب کی موافق اِن عبارتوں سے کفر کا فتوے نکال لیگا۔ مثلاً ریل کافروں کی بنائی ہوئی ہے اسمیں سوار ہونا یا اسکو اچھا کہنا کفر ہے۔ تار دینا کفر ہے کہ کفار کی ایجاد ہے۔ منی آرڈر کرنا جائز ہے کہ اصلی روپیہ مکتوب الیہ کو نہیں پہنچتا۔ سورج کی دہوپ کو سردی میں اچھا کہنا کفر ہے۔ کیونکہ سورج ہندوؤں کا دیوتا ہے۔ دریا کے میٹھے پانی کو اچھا کہنا کفر ہے کیونکہ ہندو دریا کو بھی پوجتے ہیں۔ گرمی میں ٹھنڈی ہوا کو اچھا کہنا کفر ہے کیونکہ ہندو ہوا کو بھی پوجتے ہیں۔ جناب مولانا انگرکھا پہنتے ہیں اور وہ ہندوؤں کا قومی لباس ہے۔ اسکو پہننا اور اچھا کہنا بھی کفر ہے بس مولانا کافر ہو گئے اور ان کی بیوی صاحبہ نکاح سے خارج ہو گئیں اِن کو فوراً نکاح ثانی کرنا چاہیئے۔ جناب مولانا جس قسم کی جوتی پہنتے ہیں یہ ہندوؤں کے ملک کی ہے۔ رسول خداؐ نے کبھی ایسی جوتی نہیں پہنی یہ بھی کفر ہے۔ مولانا جس کارڈ لفافہ پر خط لکھتے ہیں اسمیں تصویر ہے۔ بت خانہ میں دام خرچ کرنا کفر ہے۔ مولانا کی جیب میں روپے پیسے رہتے ہیں اور وہ ان کو سینے سے لگا کر نماز پڑھتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں۔ اور یہ کفر ہے بلکہ شرک ہے۔ اور جس نے شرک کا ارتکاب کیا اُس کی نجات کبھی نہ ہوگی۔ مولانا کو چاہیئے کہ جلدی توبہ کریں۔ ورنہ قیامت کے دن مشرکوں میں حشر ہوگا۔

حاصل مقصد یہ ہے کہ جناب مولانا تہانوی ہندو مسلمانوں کے اتحاد کو پسند نہیں کرتے اور انہوں نے جس قدر مثالیں دی ہیں اور اُن سب کو کفر بتایا ہے وہ سب ہندو مسلمانوں کے اتحاد کے واقعات ہیں۔ مسٹر تلک کے جنازہ کو کندھا دینا کفر کہاں سے ہو گیا۔ رسول خداؐ نے تو ایک مشہور منافق عبداللہ ابن اُبی کے کفن کے لیئے اپنا کرتہ بھیجا تھا۔ اور اسکی قبر پر جا کر مغفرت کی دعا مانگی تہی۔ حالانکہ قرآن میں اس کے منافق اور کافر ہونے کی خبر آچکی تہی۔ اِس طرح تو جناب مولانا رسول خدا کو بہی معاذ اللہ کافر بنا دینگے۔

ٹیکے اور تلک وغیرہ کی نسبت میں شروع کتاب میں جواب دے چکا ہوں مسلمانوں کو مولانا تہانوی کے اس فتوے کا کچھ بہی خیال نہ کرنا چاہیئے۔ یہ بالکل من گہڑت ہے۔ اور جس قدر کتابوں کے حوالے اس میں دئے گئے ہیں اُن کا کچھ بہی تعلق گائے کی قربانی وغیرہ سے نہیں ہے۔ پس جس نے گائے کی قربانی ترک کی یا اسکو ترک کرانے کے لیے تقریر و تحریر یا اور کسی طرح کی کوشش میں حصہ لیا وہ پکا مسلمان ہے۔ اور جس نے مومن مسلم کو خواہ مخواہ کافر کہا وہ خود کافر ہے اور اُسکی بیوی اُس کے نکاح سے نکل گئی۔ کہ ارشاد موجود ہے مکفر المسلم کافر۔ مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہے۔

خود ہی معلوم ہو جائے گا اور ہر شخص سمجھ لے گا کہ جناب مولانا تھانوی صاحب ہندو مسلمانوں کے اتحاد کو کفر کیوں فرماتے ہیں۔ اور وہ کون لوگ ہیں جن کو یہ اتحاد کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے۔ فقط

تصنیفات مصوّر فطرت حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب کی مختصر فہرست

کرشن جیون - بالتصویر - اس میں سری کرشن جی کی لائف کا پورا بیان ہے - قیمت .... (عگم)

بہادر شاہ کا مقدمہ - اسمیں دہلی کے آخری بادشاہ کے مقدمہ کا حال ہے - غدر ۵۷ء کی پوری کیفیت - قیمت (عگر)

غدر دہلی کے گرفتار شدہ خطوط - بادشاہ دہلی اور فوج انگریزوں کی خفیہ خط و کتابت - قیمت .... (۱عہ)

غدر دہلی کے افسانے - بادشاہ اور اُن کی بیگمات کی مصیبت کا حال - قیمت .... (۱عہ)

انگریزوں کی بپتا - غدر ۵۷ء میں - قیمت .... (۷۱)

محاصرہ دہلی کے خطوط بابت غدر ۵۷ء قیمت ۴ہر

غدر دہلی کے اخبارات کا خلاصہ - قیمت .... (۴ہر)

سفرنامہ مصر شام حجاز - بالتصویر - قیمت ...... (عگا)

سفرنامہ ہندوستان - قیمت .... (۱۲)

میلاد نامہ - اسلامی تاریخ کی پہلی کتاب قیمت ...... (عہ)

محرم نامہ - اسلامی تاریخ کی دوسری کتاب - قیمت (عہ)

یزید نامہ - اسلامی تاریخ کی دوسری کتاب قیمت (۴ہر)

طمانچہ بر رخسار یزید - تاریخی ڈراما - قیمت ...... (عہ)

مجموعہ مضامین حسن نظامی - قیمت .... (عگ)

چٹکیاں گدگدیاں - ظرافت کے مضامین قیمت (۱۰)

بپتا بیتی - دردناک کہانیاں قیمت .... (۸)

اتالیق خطوط نویسی - قیمت .... (۱۰)

مجموعہ خطوط حسن نظامی قیمت .... (۱۲)

گڑ کو موت - قابل دید کتاب - قیمت .... (عہ)

بیوی کی تعلیم - لڑکیوں کی تعلیم کے لیئے بہت مشہور و مقبول کتاب ہے - قیمت .... (عہ)

اعمال حزب البحر - قیمت .... (۱۰)

مرشد کو سجدۂ تعظیم - قیمت .... (۸)

فاطمی دعوت اسلام - بالکل تازہ تصنیف اور نہایت عجیب - قیمت .... (ہے)

امام الزمان کی آمد - دنیا کے انجام کا حال ۲۰ھ سے ۳۱ھ تک - قیمت .... (۸)

قبروں کے غیبی نوشتے - نہایت دلچسپ کتاب ہے - قیمت .... (۸)

رہنمائے سیر دہلی - قیمت .... (۸)

اسلام کا انجام - قیمت .... (۲)

اسرار - پوشیدہ باتیں - قیمت .... (۲)

بچوں کی کہانیاں - بالتصویر بہت دلچسپ چیز - قیمت (۱۰)

فلسفہ شہادت - قیمت .... (۱)

مکمل میگزین - قیمت .... (۵۱)

شیخ سنوسی - قیمت .... (۵۱)

جرمن نامہ - قیمت .... (۴)

فرانسیسی درویش - قیمت .... (۳۱)

باقی کتابوں کے لیئے بڑی فہرست

کارکن خواجہ ڈپو دہلی سے منگایئے